تنازعہ کشمیر: آزاد کشمیر کے نوجوانوں پر اثرات

وقاص علی

سنٹر فار پیس، ڈولپمنٹ اینڈ ریفارمز (سی پی ڈی آر)

تعاون: کنسلی ایشن ریسورسز، برطانیہ

CONCILIATION RESOURCES
working together for peace

فہرست

حرف تشکر **2**

اجمالی جائزہ **3**

تعارف **5**

طریقہ کار **6**

نوجوان کون ہیں؟ 6

نمونہ بندی 7

نتائج سے آگہی 7

سماجی وسیاسی مسائل پر نوجوانوں کے خیالات **8**

طرز سیاست اور حکمرانی پر آراء 9

سیاست میں نوجوانوں کی شرکت 11

آئینی حقوق پر نقطہ نظر 12

شہری معاملات میں نوجوانوں کی شرکت **17**

معاشی مسائل **18**

بیروزگاری اور اس کے اثرات 20

وسیع پیمانے پر بیرون ملک نقل مکانی کا سبب: قابل لوگوں سے ملک کی محرومی 22

صنفی مسائل **23**

تعلیمی مسائل **24**

ایک حوصلہ افزاء پیش رفت 25

تنازعہ کشمیر نوجوانوں کا نقطہ نظر **26**

عسکری جدوجہد پر خیالات 27

'جو کبھی یکجا تھے، اب منقسم ہیں' شناخت کا بحران 28

کنٹرول لائن کے آر پار روابط **29**

ماضی، حال اور مستقبل 29

دوطرفہ روابط میں مانع عوامل اور کنٹرول لائن کے آر پار اقدامات: رکاوٹوں پر تاثرات 31

تعلیم اور شناخت کے درمیان ربط کی خواہش 32

حوالاجات **35**

مخففات کی فہرست **37**

حــرف تشکــر

کنسلی ایشن ریسورسز کی مسلسل حوصلہ افزائی اور تعاون کے بغیر اس تحقیقی کام کی تکمیل ممکن نہیں تھی۔ میں ارشاد محمود اور ذوالفقار عباسی کا انتہائی مشکور ہوں جنہوں نے نہ صرف مجھے اس کام کی ترغیب دی بلکہ اپنا علمی تعاون بھی پیش کیا۔ ان تمام احباب کا بھی شکریہ جنہوں نے فوکس گروپس کی نشستوں میں بھرپور شرکت کی اور سروے میں بھی حصہ لیا۔ خاص طور پر عدنان رحمان، شعیب عباسی، شاہد حبیب، وقاص مغل اور اطہر رشید کا شکرگزار ہوں جنہوں نے اس تحقیق کے دوران اپنا بے لوث تعاون فراہم کیا۔ عالیہ عباسی کا بھی شکریہ کہ اس کام کی تکمیل میں ان کا مسلسل اخلاقی تعاون حاصل رہا۔

ضروری وضاحت: اس رپورٹ کے لیے مواد 2010 میں جمع کیا گیا جب کہ تحقیق کا مرحلہ 2012 میں مکمل ہوا۔ اس کی اولین اشاعت کنسلی ایشن ریسورسز کے زیراہتمام دسمبر 2012 میں عمل میں آئی۔ رپورٹ میں 'اے جے کے' سے مراد پاکستان کے زیر انتظام کشمیر جب کہ 'جے اینڈ کے' بھارتی کشمیر اور 'کشمیر' سے مراد پوری ریاست کشمیر ہے۔ رپورٹ میں کسی غلطی کی ذمہ داری مصنف پر ہوگی۔ رپورٹ کے مندرجات سے کنسلی ایشن ریسورسز کا متفق ہونا ضروری نہیں۔

نوٹ: رپورٹ کے اردو ترجمہ میں جناب صبور علی سیّد، سلمان طاہر، عمران اعظم اور عبدالستار کا بھرپور تعاون حاصل رہا۔ میں ان احباب کا تہہ دل سے شکریہ ادا کرتا ہوں۔

اجمالی جائزہ

آزاد کشمیر کے نوجوان سیاسی طور پر متحرک اور اپنے بنیادی حقوق و ذمہ داریوں سے آگاہ ہیں۔ وہ اس اعتبار سے اپنے آپ کو خوش قسمت تصور کرتے ہیں کہ مسئلہ کشمیر کا فریق ہونے کے باوجود وہ مسلح تصادم کا براہ راست حصہ نہیں۔ آزاد کشمیر پاکستان کے سب سے پرامن خطوں میں سے ایک ہے اور یہاں کے نوجوان کسی ریاستی جبر کے خوف کے بغیر آزادانہ زندگی بسر کر رہے ہیں۔ اپنے اندر پائی جانے والی کئی کمزوریوں کے باوجود آزاد کشمیر کا جمہوری نظام عوام کو اپنی آواز بلند کرنے اور سیاسی عمل میں شرکت کا موقع فراہم کرتا ہے جس کی بدولت ان کے اندر اس نظام کی ملکیت کا احساس اجاگر ہوتا ہے۔

آزاد کشمیر کے اپنے جمہوری ادارے موجود ہیں جو 1974 کے عبوری آئین کے تحت خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔ تاہم اس تحقیقی مطالعہ کے دوران یہ بات سامنے آئی ہے کہ تنازعہ کشمیر کی وجہ سے یہاں کے عوام کئی سیاسی، آئینی اور سماجی مسائل سے دوچار ہیں۔ ان میں سے چند ایک درجہ ذیل ہیں:

☆ آزاد کشمیر کے نوجوانوں کی ایک بڑی تعداد یہ سمجھتی ہے کہ تنازعہ کشمیر کو بہانہ بنا کر ان کے حقوق کو غصب کر لیا گیا ہے۔ ان کے مطابق آزاد کشمیر کی حکومت کو وہ داخلی خودمختاری حاصل نہیں جس کا اقوام متحدہ کے کمیشن برائے بھارت اور پاکستان (UNCIP) کی 1949 کی قرارداد میں وعدہ کیا گیا تھا۔ اس قرارداد میں 'لوکل اتھارٹی' یعنی مقامی حکومت کا ذکر کیا گیا ہے۔ نوجوانوں کا یہ بھی کہنا ہے کہ اس قرارداد پر عملدرآمد نہ ہونے کی وجہ سے آزاد کشمیر میں ایک شفاف اور پائیدار سیاسی نظام وجود میں نہیں آ سکا ہے۔

☆ نوجوان آزاد کشمیر اور پاکستان کے درمیان عدم مساوات پر مبنی آئینی تعلقات پر بھی سوال اٹھاتے ہیں۔ وہ آزاد کشمیر کے عبوری آئین ایکٹ 1974 کو بھی تنقیدی نظر سے دیکھتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ "آزاد جموں و کشمیر کونسل" کا طاقتور ترین ادارہ قائم کر کے آزاد کشمیر کے عوام کو فیصلہ سازی کے عمل سے عملاً بے دخل کر دیا گیا ہے۔

☆ نوجوان آزاد کشمیر اور پاکستان کے درمیان تعلق کو لے کر مخمصے کا شکار ہیں۔ ان کے نزدیک آزاد کشمیر ایک خودمختار ریاست ہے اور نہ پاکستان کا ایک صوبہ۔

نوجوان سمجھتے ہیں کہ اس غیر واضح تعلق کے آزاد کشمیر کے سماجی و معاشی حالات پر منفی اثرات مرتب ہوئے ہیں۔ آزاد کشمیر کی پاکستان میں قائم مشترکہ مفادات کی کونسل (CCI)، قومی اقتصادی کونسل (NEC)، قومی مالیاتی کمیشن (NFC) اور ارسا (Indus River System Authority-IRSA) میں کوئی نمائندگی نہیں جس کا مطلب آزاد کشمیر کے حقوق سے انکار ہے۔

☆ نوجوانوں کی ایک بڑی تعداد کی نظر میں آزاد کشمیر کے عوام کا پاکستان سے تعلق قدرتی اور اٹوٹ ہے اور ایک مضبوط اور مستحکم پاکستان کشمیریوں کے بہترین مفاد میں ہے۔

☆ رپورٹ کی تیاری میں سروے کے دوران نوجوانوں نے اپنی سیاسی قیادت پر عدم اعتماد کا اظہار کیا۔ انہوں نے بار بار سیاسی رسہ کشی کا

حوالہ دیا اور الزام عائد کیا کہ سیاسی پہلو سے آزاد کشمیر ایک خراب طرزِ حکمرانی سے دوچار خطہ ہے۔ان کے خیال میں اس خطے کی سماجی ومعاشی ترقی کی راہ میں یہاں کی نااہل سیاسی جماعتیں، سیاسی بصیرت کا فقدان، فرسودہ نظام حکومت، اقرباء پروری اور خود مسئلہ کشمیر بڑی رکاوٹ ہیں۔

☆ اکثر نوجوان سمجھتے ہیں کہ آزاد کشمیر میں دولت کی تقسیم غیر منصفانہ ہے اور حکمران طبقہ آزاد کشمیر کے وسائل لوٹ رہا ہے۔لیکن سیاست دانوں پر عدم اعتماد کے اظہار کے باوجود نوجوان جمہوری عمل کے ساتھ غیر متزلزل وابستگی کا اظہار کرتے ہیں۔ان کے خیال میں پرامن تبدیلی کا یہی بہترین راستہ ہے۔

☆ آزاد کشمیر کے نوجوان شہری معاملات میں بھرپور متحرک ہیں، ان کی اکثریت ووٹ کا حق استعمال کرسکتی ہے، رضا کار کے طور پر اپنی خدمات سرانجام دینے کے ساتھ ساتھ اخبارات، ٹی وی، ریڈیو، سوشل میڈیا اجتماعات اور ریلیوں کے ذریعہ اپنے خیالات واحساسات کا اظہار کرتے ہیں۔

آزاد کشمیر سے نوجوانوں کی بیرون ملک ہجرت میں کئی عوامل کارفرما ہیں اور اس وقت پورا برصغیر اس رجحان کا بڑے پیمانے پر شکار ہے، باصلاحیت اور تربیت یافتہ افراد کے ملک کو خیر آباد کہہ دینے کی وجہ سے آزاد کشمیر کی مجموعی سماجی ومعاشی ترقی کی رفتار بری طرح متاثر ہوئی ہے۔البتہ اس کے اس مثبت پہلو کو بھی نظر انداز نہیں کیا جاسکتا کہ ایسے افراد کی بھیجی ہوئی رقوم سے لوگوں کے انفرادی حالات میں سدھار آیا ہے۔ان افراد کی جانب سے اب اپنے وطن میں سرمایہ کاری کا رجحان بھی فروغ پا رہا ہے، تاہم نوجوانوں کی نگاہ میں یہ بہت معمولی اور علامتی نوعیت کی تبدیلی ہے۔

آزاد کشمیر میں خصوصاً بارہویں جماعت تک کے سرکاری تعلیمی اداروں کا معیار اوسط درجہ سے نیچے تصور کیا جاتا ہے اور وہ مزید روبہ زوال ہے۔گو کہ آزاد کشمیر کا شرح تعلیم پاکستان کے تمام صوبوں سے زیادہ ہے جو ایک حوصلہ افزاء بات ہے، تاہم اس حقیقت کو بھی فراموش نہیں کیا جاسکتا کہ اس کا کوئی بھی تعلیمی ادارہ معیار کے اعتبار سے پاکستان کے اچھے تعلیمی اداروں کے ہم پلہ نہیں۔

☆ نوجوان حکومت پاکستان کی آزاد کشمیر کے سیاسی اور انتظامی امور میں غیر ضروری مداخلت سے سخت نالاں ہیں، تاہم مسئلہ کشمیر پر وہ اس کی غیر متزلزل حمایت اور وابستگی کی بھرپور تعریف بھی کرتے ہیں۔وہ اس یقین کا بھی اظہار کرتے ہیں کہ آزاد کشمیر کی سیاسی وسماجی ترقی کا انحصار پاکستان کی سلامتی پر ہے۔

☆ پاکستان کے ساتھ بھرپور وابستگی کے اظہار کے باوجود آزاد کشمیر کے نوجوان اپنی مقامی شناخت سے دستبردار ہونے کو تیار نہیں اور وہ اس کو ہر قیمت پر برقرار رکھنے کے عزم کا اظہار کرتے ہیں۔

☆ تحقیق کے دوران یہ بات بھی سامنے آئی کہ نوجوان اپنی شناخت کے بارے میں تذبذب کا شکار ہیں۔انہیں یہ معلوم نہیں کہ سیاسی و قانونی اعتبار سے وہ کشمیری ہیں یا پھر انہیں اپنے آپ کو صرف پاکستانی کشمیری یا صرف پاکستانی سمجھنا چاہیے۔

☆ فوکس گروپس کی نشستوں کے دوران اس بات پر بڑے پیمانے پر اتفاق رائے پایا گیا کہ مسئلہ کشمیر کو پرامن طریقہ سے حل کیا جانا چاہیے۔کشمیر کے تینوں ڈویژن سے تعلق رکھنے والے نوجوانوں نے امن اقدامات کی بھرپور حمایت اور مسلح جدوجہد سے لاتعلقی کا اظہار

کیا۔2008 سے جموں وکشمیر میں شروع ہونے والی پرامن تحریک سے نوجوان نہ صرف متاثر ہیں بلکہ اس کی حمایت بھی کرتے ہیں۔

☆ آزادکشمیر کے نوجوان مسئلہ کشمیر کوایک سیاسی تنازع سمجھتے ہیں اوراس بات پرزوردیتے ہیں کہ اس کے انسانی پہلوکونظرانداز نہ کیاجائے۔

☆ نوجوانوں کنٹرول لائن کے آرپارلوگوں کے درمیان رابطوں اور روایتی تجارتی راستوں کی بحالی کی بھی بھرپورحمایت کرتے ہیں۔ نوجوان چاہتے ہیں نہ صرف کنٹرول لائن پر رہنے والے دونوں اطراف کے افرادکوآزادانہ سفرکی سہولت میسر ہو بلکہ ثقافتی وفود،طلباء،شاعروں، قلم کاروں اورصحافیوں کے وفودکا بھی تبادلہ ہوناچاہیے۔مقدس مقامات پر حاضری دینے کی سہولت دی جائے اورمشترکہ پارلیمنٹ کے قیام اور تعلیمی رابطوں کو بھی یقینی بنایاجائے۔

☆ آزادکشمیر کے نوجوان کنٹرول لائن کے آرپارتجارت کوثقافتی سرگرمیوں سے منسلک کرنا چاہتے ہیں تاکہ اس لکیرکوثقافت اوررابطے کی لکیر میں بدلا جاسکے۔کنٹرول لائن کے آرپار کا سفرانتظامی رکاوٹوں اورقواعدوضوابط کی تھکا دینے والی کاروائی کا شکار ہے،لیکن اس کے باوجود نوجوانوں اس اقدام کوتعلقات معمول پرلانے کی کنجی مانتے ہیں۔نوجوان سمجھتے ہیں کہ اس عمل سے امن کے عمل کوتقویت ملے گی جس کے دور رس اثرات مرتب ہوں گے۔

تعارف

پاکستان اور بھارت کے درمیان کشمیر کادیرینہ تنازعہ آزادکشمیر کے نوجوانوں کے لیے انتہائی اہمیت کا حامل ہے۔اس تنازعہ کی وجہ سے اٹھنے والے اخراجات پاکستان اور بھارت دونوں ممالک اورخاص طور پرکشمیری عوام کے لیے ناقابل برداشت ہو چکے ہیں۔کسی تنازعہ کے اُس ملک کی سیاسی وسماجی ترقی پر ہمیشہ نہایت منفی اثرات مرتب ہوتے ہیں،تنازعہ کشمیر کی وجہ سے آزادکشمیر کی ترقی کا عمل بھی بری طرح متاثر ہوا ہے۔

1989 سے2008 کے دوران کشمیر میں عسکریت کا دور دورہ رہا جس کے معاشرے پر گہرے اثرات مرتب ہوئے۔جس بڑے پیمانے پرلوگوں نے کنٹرول لائن(LoC) کے آرپارہجرت کی اس سے اس مسئلہ کے انسانی پہلوکا بخوبی اندازہ کیا جاسکتا ہے۔غیر یقینی مستقبل کے پیش نظرنوجوانوں کے اندرشناخت کا بحران جنم لے چکا ہے اوراس نے انہیں سیاسی اورنظریاتی بنیادوں پرتقسیم کردیا ہے۔ اگریہ تنازعہ جاری رہا تواس کے نتیجہ میں کشمیری نوجوانوں میں عسکریت پسندی ایک بار پھرجنم لے سکتی ہے جس سے مستقبل میں امن کے عمل کونقصان اورانتہاپسندی کوہوا ملے گی۔معاشی اعتبار سے کمزوریاروزگار سے محروم نوجوان ہمیشہ ایک آسان ہدف ہوتے ہیں،اس اعتبار سے اس بات کا اندیشہ موجود ہے کہ مذہبی انتہا پسند نوجوانوں کواپنے ساتھ ملانے میں کامیاب ہوجائیں جس سے امن کا عمل سبوتاژ ہوسکتا ہے۔

تصویر کا ایک دوسرا رخ بھی ہے۔9/11 کے بعد اور خاص طور پر افغانستان میں جاری "دہشت گردی کے خلاف عالمی جنگ" کے نتیجہ میں کئی نوجوانوں کے خیالات میں تبدیلی رونما ہوئی ہے اور وہ اب مسئلہ کشمیر کو پرامن ذرائع سے حل کرنے کی بات کرتے ہیں۔کشمیری نوجوان تشدد کی کسی بھی شکل میں مخالفت کرتے ہیں اور اس حقیقت سے بھی اچھی طرح آگاہ ہیں کہ دنیا اب سرحدوں اور جغرافیائی قیود سے نکل کر ایک دوسرے سے منسلک ہو چکی ہے۔نوجوان اس بات پر یقین رکھتے ہیں کہ امن کے عمل کو اعتماد سازی کے اقدامات کے ذریعے ہی تقویت دی جا سکتی ہے۔

زیر نظر رپورٹ کا مقصد یہ ہے کہ ان معاشی، سیاسی وسماجی اور تعلیمی مسائل کو سامنے لایا جائے جن کا مسئلہ کشمیر کی وجہ سے آزاد کشمیر کے نوجوانوں کو سامنا ہے۔مختلف پس منظر اور اہلیت کے حامل افراد پر مشتمل گروپ نے اس مطالعہ کے دوران منعقد کی گئی خصوصی نشستوں میں آزاد کشمیر کے نوجوانوں پر تنازعہ کشمیر کے پڑنے والے اثرات پر گفتگو میں بھرپور حصہ لیا۔اس رپورٹ کے مطالعہ سے آزاد کشمیر کے نوجوانوں کو درپیش مسائل اور مسئلہ کشمیر پر ان کے خیالات کو جاننے میں مدد ملے گی۔

طریقہ کار

یہ تحقیق سنٹر فار پیس، ڈویلپمنٹ اینڈ ریفارمز (CPDR) نے برطانیہ میں قائم امن کے لیے کام کرنے والی بین الاقوامی تنظیم کنسلی ایشن ریسورسز کے تعاون سے کی۔اس تحقیق کے دائرہ کار میں آزاد کشمیر کے تینوں ڈویژن مظفرآباد، میرپور اور پونچھ شامل ہیں۔تحقیق کے لیے بنیادی ڈھانچہ اور طریقہ کار کئی تعلیمی ماہرین، دانشوروں، تحقیق کاروں، متنازعہ امور کے ماہرین، سابق ججوں، انسانی حقوق کے کارکنوں اور سیاستدانوں کے ساتھ مشاورت سے ترتیب دیا گیا۔تنازعہ کشمیر کے نوجوانوں پر پڑنے والے اثرات کا جائزہ لینے اور ان کی رائے جاننے کے لیے تینوں ڈویژنوں میں 650 افراد میں ایک جامع سوالنامہ تقسیم کیا گیا۔تحقیق کے ماہرین کی مشاورت سے مخصوص نقطہ نظر کے حامل انٹرویوز کا خاکہ بھی تیار کیا گیا تھا جبکہ تحقیق کار نے جنوری اور فروری 2010 کے دوران تینوں ڈویژنوں میں فوکس گروپس کی نشستوں کا اہتمام بھی کیا۔

نوجوان کون ہیں؟

ہر ملک میں نوجوان کی تعریف کا پیمانہ مختلف ہے۔اس رپورٹ میں 18 سے 35 سال کے درمیان افراد کو نوجوان تصور کیا گیا ہے۔1998 کی مردم شماری کے مطابق آزاد کشمیر کی آبادی 2.973 ملین ہے جبکہ اندازہ کیا جاتا ہے کہ اس کی موجودہ آبادی 4.59

ملین تک جا پہنچی ہے[1] جس میں سے 88 فیصد آبادی دیہات اور 12 فیصد شہروں میں آباد ہے۔ نوجوانوں کی ایک بڑی تعداد روزانہ دیہاتوں سے شہروں میں کالجوں اور یونیورسٹیوں میں پڑھنے کے لیے آتی ہے۔ چنانچہ آزاد کشمیر کے دیہاتوں اور شہروں میں تفاوت یا معیارِ زندگی میں فرق اتنا گہرا نہیں ہے جتنا کسی دوسری جگہ ہوسکتا ہے۔

1988 کی مردم شماری کے مطابق آزاد کشمیر میں خواندگی کی شرح 55 فیصد تھی جو 2009 میں بڑھ کر 64 فیصد ہوگئی ہے۔[2] آزاد کشمیر کی آدھی سے زیادہ آبادی 35 سال سے کم افراد پر مشتمل ہے۔

نمونہ بندی

تحقیق کار نے پورے آزاد کشمیر سے سوالنامہ کی تیاری اور فوکس گروپس (FG) کی نشستوں کے لیے نان پروبیبلٹی کوٹہ سمپلنگ[3] کو استعمال کیا۔ یکم جنوری سے 28 فروری 2010 کے دوران فوکس گروپس کی نشستوں اور سٹرکچرڈ انٹرویوز کا اہتمام کیا گیا۔ مجموعی طور پر پچاس تفصیلی انٹرویو کیے گے جن میں سے 40 فیصد خواتین تھیں۔ تین گروپ نشستوں کے شرکاء میں سے 45 کا تعلق مظفرآباد، 40 کا راولاکوٹ اور 25 کا میرپور سے تھا۔ شرکاء کا انتخاب ان کے پس منظر [دیہی یا شہری]، جنس [مرد یا عورت]، تعلیم، پیشے اور کسی سیاسی جماعت کے ساتھ وابستگی کی بنیاد پر کیا گیا تھا۔ فوکس گروپس کی نشستوں میں خواتین اور مردوں کی شرکت کا تناسب 70:40 تھا۔ نوجوان رہنماؤں، وکلاء، صحافیوں، سول سوسائٹی کارکنوں، مذہبی پیشواؤں اور پوزیشن حاصل کرنے والے طلباء نے ان نشستوں میں شرکت کی۔ آزاد کشمیر کے تین ڈویژنوں (مظفرآباد، میرپور اور راولاکوٹ) میں منعقدہ فوکس گروپس کی تین نشستوں میں مجموعی طور پر 110 افراد نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔

نتائج سے آگہی

کوٹہ سمپلنگ کی بنیاد پر پورے آزاد کشمیر میں مجموعی طور پر 650 سوالنامے تقسیم کیے گے تھے۔ سماجی رکاوٹوں کے پیشِ نظر اس تقسیم میں جنسی تناسب کا کما حقہ خیال نہیں رکھا جاسکا۔ کوٹہ کا انتخاب ہر ڈویژن کی مجموعی آبادی کو مدنظر رکھ کر کیا گیا۔ سوالنامہ کے جواب کے لیے افراد کا انتخاب کسی ترتیب کے اصول کے بغیر کیا گیا۔ کل 650 میں سے 520 افراد نے سوالنامہ جمع کرایا جن میں سے بعض نے اپنی عمر درج نہیں کی۔ موصول شدہ سوالنامہ میں خواتین کا تناسب 30 فیصد تھا۔

سماجی وسیاسی مسائل پر نوجوانوں کے خیالات

عوام کی شرکت، مساوی مواقعوں کی فراہمی اور اجتماعی تصور ملکیت کسی بھی جمہوری حکومت کی پہچان ہوتے ہیں۔ ایک اچھی سیاسی حکومت مائیکرو اور میکرو معاشی ترقی کی راہ ہموار کرتی ہے اور مسابقت کی حوصلہ افزائی کرتی ہے۔ نظام مملکت میں جمہور کی شمولیت برائے راست طریقہ انتخاب یا دوسری صورت میں ایسے قانونی اداروں کے ذریعہ کی جاسکتی ہے جو نوجوانوں کی دلچسپیوں، قانون کی عملداری، شفافیت، اثر پذیری اور جوابدہی کو یقینی بنانے والے ہوں[4]۔ دراصل تنازعہ اور طرز حکمرانی کا آپس میں ایک ربط ہوتا ہے۔ نوجوانوں کے مطابق تنازعہ کشمیر کے آزاد کشمیر کے طرز حکمرانی پر منفی اثرات پڑے ہیں۔ پاکستان اور بھات کے درمیان اس تنازعہ کو سب سے زیادہ تشویش کی نظر سے دیکھا جاتا ہے جبکہ 95 فیصد نوجوانوں نے اسے اپنی زندگی کا سب سے بنیادی مسئلہ قرار دیا۔ ان کے نزدیک ان کی سیاسی وسماجی محرومیوں کی بنیادی وجہ یہی تنازعہ ہے۔

آزاد کشمیر کے عوام برطانوی ہند کی تقسیم سے ہی سیاسی طور پر باشعور اور سماجی طور پر متحرک رہے ہیں۔ بالغ حق رائے دہی اور جمہوریت کے حصول کی جدوجہد کا سرچشمہ 1950 کی دہائی میں اٹھنے والی کئی سیاسی تحریکیں تھیں۔ اس کی پاداش میں عوام کو ریاستی ظلم وجبر کا سامنا کرنا پڑا، ہزاروں لوگوں کو پابند سلاسل کر دیا گیا لیکن وہ اپنے بنیادی حقوق کی جدوجہد سے دستبردار نہیں ہوئے۔ بالآخر 1970 میں ایک باقاعدہ آئین منظور ہو گیا اور عوام کو بالغ رائے دہی کی بنیاد پر ووٹ کا حق دے دیا گیا۔

اس ضمن میں ارشاد محمود کا کہنا ہے " کشمیری قیادت کا جمہوری نظام حکومت کے قیام اور مرکز یعنی اسلام آباد کے طرز فکر میں تبدیلی کا متفقہ مطالبہ بالآخر 1970 میں تسلیم کر لیا گیا۔ 1970 کے ایکٹ کے مطابق یہاں پر ایک جمہوری نظام حکومت کا قیام عمل میں لایا گیا اور ایک فرد ایک ووٹ کی بنیاد پر صدارتی انتخابات منعقد کیے گے۔[5] اس کے بعد سے انتخابی سیاست آزاد کشمیر کے معاشرہ کا ایک جزو بن چکی ہے۔

آزاد کشمیر میں جمہوری نظام گو کہ ایک پر امن تحریک کے ذریعہ عمل میں آیا لیکن کئی نوجوان اسے 'جعلی' اور بیرونی ہاتھوں کا کارنامہ قرار دیتے ہیں۔ نوجوانوں کی ایک قابل ذکر تعداد (مظفر آباد 46، میر پور 53، راولاکوٹ 49 فیصد) آزاد کشمیر کے سیاسی نظام کی شفافیت پر عدم اعتماد کا اظہار کرتی ہے جس کا دارومدار روز اوّل سے ہی حکومت پاکستان پر رہا ہے۔ ان کے نزدیک یہ نظام صرف سیاسی اشرافیہ کے مفادات کا نگہبان ہے جو اپنی بقا کے لیے اسلام آباد میں بیٹھے ہوئے حکمرانوں کے ساتھ قریبی روابط کا سہارا لیے ہوئے ہیں۔ نوجوانوں کی اکثریت (مظفر آباد 87، میر پور 43، راولاکوٹ 40 فیصد) کا اس بات پر پختہ یقین ہے کہ پاکستان آزاد کشمیر کے

طرز سیاست اور نظام میں مداخلت کرتا ہے۔

نوجوانوں کی رائے میں اس مداخلت کی نتیجے میں آزاد کشمیر میں ایک مراعات یافتہ طبقہ پیدا ہو چکا ہے جو اپنے سیاسی مقاصد کے لیے 'آزادی' کا مذہبی نعرہ بلند کرتا ہے۔ یہ بھی دیکھا جاتا ہے کہ ریاست کا مجموعی طور پر سیاسی، معاشی اور سماجی انحصار پاکستان پر ضرورت سے زیادہ ہے جو پاکستان کی پہلے سے کمزور معیشت پر ایک اضافی بوجھ تصور کیا جاتا ہے۔

طرزسیاست اورحکمرانی پر آراء

شفاف اور بے داغ سیاسی عمل اچھی طرز حکمرانی کا خاصہ ہوتا ہے جو اپنے وابستگان کے اندر احساس ملکیت کو اجاگر کرنے کے علاوہ کار ریاست میں عوامی شرکت کو یقینی بناتا ہے۔ اگرچہ آزاد کشمیر کے نوجوانوں کے اندر وسیع تر سیاسی عمل کی حیثیت اور شفافیت کے بارے میں تحفظات پائے جاتے ہیں تاہم آزاد کشمیر کے اپنے سیاسی عمل پر ان کے یقین اور عزم کے دورس نتائج برآمد ہوں گے۔

''مجھے کسی سیاسی جماعت کا ٹکٹ نہیں مل سکتا، وجہ صرف یہ ہے کہ میرے والد نہ کوئی سیاسی رہنما ہے اور نہ ہی اعلیٰ سرکاری ملازم، مجھے کسی بڑی برادری کی بھی حمایت حاصل نہیں۔۔۔ اور سب سے بڑھ کر یہ کہ میں ایک عورت ہوں''۔

سروے کے نتائج سے معلوم ہوا کہ آزاد کشمیر کے نوجوان بڑی تعداد میں انتخابات میں حصہ لیتے ہیں اور وہ سماجی طور پر متحرک ہیں۔ تاہم اپنے سیاسی نظام کے بارے میں ان کے خیالات مختلف ہیں۔ راولاکوٹ میں بڑی تعداد (تقریباً 65 فیصد) نے اس نظام پر نسبتاً زیادہ اعتماد کا اظہار کیا جب کہ مظفر آباد میں 40 فیصد اور میرپور میں 45 فیصد نے آزاد کشمیر کے موجودہ سیاسی نظام کو مسترد کر دیا۔ ان کے خیال میں موجودہ نظام کرپٹ ہے اور یہ چند با اثر خاندانوں کے مفادات کے تحفظ کے گرد گھومتا ہے۔

نوجوان آزاد کشمیر کو خراب طرز حکمرانی اور عدم استحکام سے دوچار خطہ سمجھتے ہیں۔ مزید برآں، وہ اسے نااہل سیاسی جماعتوں، کرپٹ سیاستدانوں، اقربہ پروری اور پاکستان کے انتظامی اداروں پر حد سے زیادہ انحصار سے منسوب کرتے ہیں جہاں لنٹ افسروں (وفاقی حکومت کی طرف سے آزاد کشمیر میں تعینات افسروں کو لنٹ افسر کہا جاتا ہے) کا مکمل کنٹرول ہے جنھوں نے یہاں کے سیاست دانوں کا دائرہ عمل محدود کر کے رکھ دیا ہے۔ آزاد کشمیر کی سیاسی جماعتوں کو عموماً پاکستان کی سیاسی جماعتوں کی 'بی' ٹیم کہا جاتا ہے جن کا پالیسی سازی میں کردار نہ ہونے کے برابر ہوتا ہے۔

نوجوان یہ بھی سمجھتے ہیں کہ سیاسی جماعتوں کے اندر جمہوریت، جس کا اہم حصہ قیادت اور امیدواروں کا انتخاب ہوتا ہے اس میں

جمہوریت کا عمل دخل کم ہی ہوتا ہے۔نوجوان سیاسی جماعتوں کو عموماً خاندانی جماعتوں کے نام سے پکارتے ہیں اور وہ دوٹوک انداز میں سیاسی رہنماؤں پر اپنے عدم اعتماد کا اظہار کرتے ہیں۔انتخابات کے دوران ٹکٹوں کی تقسیم کے طریقہ سے بھی وہ ناخوش ہیں جوان کے خیال میں 'خریدے' جاتے ہیں۔

ان کے مطابق امیدواروں کے انتخاب کا واحد پیمانہ یہ ہے کہ ان کے پاکستان کی سیاسی قیادت کے ساتھ تعلقات کیسے ہیں۔وہ یہ بھی الزام عائد کرتے ہیں کہ عوامی نمائندہ ہونے کی وجہ سے سیاستدانوں پر جو قانونی، اخلاقی یا سماجی ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں، وہ اس کا بالکل خیال نہیں رکھتے۔کئی سیاستدانوں کے بارے میں الزام لگایا جاتا ہے کہ مالی فائدے کے لیے وہ اپنی جماعت کی پالیسیوں، ایجنڈا اور نقطہ نظر کو ترک کر کے دوسری جماعت میں شمولیت اختیار کر چکے ہیں۔اقتدار اور ذاتی مفاد کے لالچ کے باعث سیاسی نظام کمزور ہو چکا ہے۔نوجوانوں کو یقین ہے کہ ان کے سیاستدانوں کے آزاد کشمیر میں مفادات نہ ہونے کے برابر ہیں۔یہی وجہ ہے کہ ان میں سے اکثر پاکستان کے جڑواں شہروں راولپنڈی اور اسلام آباد میں رہتے ہیں، وہ اپنے بچوں کو پاکستان کے بہترین تعلیمی اداروں یا دوسری صورت میں بیرون ملک اعلیٰ تعلیم کے حصول کے لیے بھیج دیتے ہیں۔

مظفرآباد سے تعلق رکھنے والے ایک نوجوان کا کہنا تھا سیاستدان اکثر پاکستان یا دوسرے ممالک میں سرمایہ کاری کرتے ہیں اور موروثی سیاست کو فروغ دیتے ہیں۔اس مطالعہ کے دوران 90 فیصد سے زیادہ نوجوانوں نے کھل کر اپنے سیاستدانوں پر عدم اعتماد کا اظہار کیا۔ایک متحرک نوجوان سیاسی کارکن کا کہنا تھا:

''آزاد کشمیر کے سیاستدان ایک ایسے ڈوری سے بندھے ہوئے ہیں جس کا سرا اسلام آباد میں پایا جاتا ہے''۔

اس سوال پر آراء میں اختلاف پایا گیا کہ کیا پاکستان کی سیاسی جماعتوں کو آزاد کشمیر میں کام کرنے اور انتخابات میں امیدواروں کی حمایت ومخالفت کی اجازت ہونی چاہیے۔50 فیصد نوجوانوں کا کہنا تھا کہ اس سے آزاد کشمیر کے عوام غیر ضروری طور پر پاکستان کے ان سیاسی جھمیلوں اور تنازعات میں الجھ جاتے ہیں جہاں پر ان کے مسائل واحساسات کا سرے سے کوئی ذکر ہی نہیں ہوتا۔مزید برآں، اس طرز عمل کی وجہ سے کشمیری عوام کے اس جمہوری حق پر زد پڑتی ہے کہ وہ اپنا ووٹ اپنی سوچ اور ترجیحات کے عین مطابق استعمال کر سکیں۔

نوجوانوں کا مزید کہنا تھا کہ آزاد کشمیر کے عوام کو سیاسی جماعتوں کے سربراہان کی خواہشات کا اسیر نہیں بنایا جانا چاہیے۔انھوں نے انتخابی مہم کے دوران وزیراعظم پاکستان اور ان کی کابینہ کے ارکان کے آزاد کشمیر کے بار بار دوروں کو بھی تنقید کا نشانہ بنایا جو اپنی تقاریر

میں ایسے وعدے کرتے ہیں جن کا عملاً کوئی وجود نہیں ہوتا۔اس طرح کی سرگرمیوں سے اس تاثر کو ہوا ملتی ہے کہ پاکستان چاہتا ہے کہ آزاد کشمیر کے منتخب اراکین اسمبلی اسلام آباد میں حکمران جماعت کی حمایت کریں۔

اس کے برعکس نوجوانوں کی ایک بڑی تعداد(45فیصد) نے سروے کے دوران اس بات کو خوش آئند قرار دیا کہ پاکستان کی قومی سیاسی جماعتیں آزاد کشمیر کے سیاسی منظرنامے پر اپنا کردار ادا کریں۔ وہ دلیل پیش کرتے ہیں کہ اس عمل دخل سے آزاد کشمیر کا سیاسی عمل اہمیت اختیار کرلیتا ہےاور یہاں کے لوگوں کی وسیع سیاسی عمل میں شرکت مزید بڑھ جاتی ہے۔2011 میں منعقد ہونے والے آزاد کشمیر کے انتخابات کو پاکستان کے قومی سطح کے الیکٹرانک چینلز نے بھرپور کوریج دی اور عوام نے بھی ان میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔نوجوانوں نے اسے سودمند قرار دیا جس سے کشمیر کے مسائل کے بارے میں شعور اجاگر کرنے اورلوگوں تک ان کے مسائل کو سمجھنے کا موقع ملا۔مجموعی طور پر70فیصد نوجوانوں کا اس پر اعتماد ہے کہ ایک مضبوط اور مستحکم پاکستان آزاد کشمیر کےعوام کے مفاد میں ہےاورریاست کے اس حصہ کے مخصوص جغرافیائی محل وقوع کی وجہ سے ان کی سماجی اور معاشی ترقی کا انحصار بھی پاکستان پر ہے۔

سیاست میں نوجوانوں کی شرکت

تقریباً90فیصد نوجوانوں میں سے جن کے نام انتخابی فہرست میں درج تھے،60فیصد کے لگ بھگ نے اپنا حق رائے دہی استعمال کیا۔اسی طرح80فیصد سے زائد نوجوانوں کو اعتماد ہے کہ تبدیلی ووٹ سے آئے گی۔

نوجوان سیاست میں احتساب اور شفافیت کی کمی پر تشویش کا اظہار کرتے ہیں لیکن جمہوری عمل پر ان کا یقین ایک حوصلہ افزاء امرہے۔آزاد کشمیر کے تینوں ڈویژنون سے تعلق رکھنے والے نوجوانوں میں سے اکثریت اپنے ووٹ کا حق استعمال کرتی ہے۔اعداد وشمار کے مطابق مظفرآباد میں78فیصد نوجوان اپنا حق رائے دہی استعمال کرتے ہیں جو میرپور اور پونچھ ڈویژن سے بڑھ کر ہے۔یہ اس اعتبار سے ایک بڑا دلچسپ امر ہے کہ مظفرآباد کے نوجوانوں کی45فیصد تعداد آزاد کشمیر کے سیاسی نظام پر اعتماد نہیں کرتی۔

پورے آزاد کشمیر میں یہ رجحان دیکھنے میں آیا کہ شکایات کے باوجود نوجوان موجودہ نظام کے دائرہ کار کے اندر رہ کر ہی تبدیلی لانا چاہتے ہیں۔دیکھا جائے تو راولاکوٹ میں تقریباً60،مظفرآباد 50اور میرپور میں35فیصد نوجوان کسی نہ کسی سیاسی جماعت یا اس کی طلباء تنظیم سے منسلک ہیں۔آزاد کشمیر کے مختلف حصوں میں سیاسی تنظیم سازی اعلیٰ پیمانے پر موجود ہے۔راولاکوٹ میں تقریباً65،مظفرآباد 64اور میرپور میں52فیصد نوجوانوں کا خیال ہے کہ ان کا ووٹ تبدیلی کا پیش خیمہ ثابت ہوسکتا ہے۔

تحقیق کے دوران یہ بات بھی سامنے آئی کہ میر پور کی نسبت مظفر آباد اور راولا کوٹ میں نوجوانوں کی سماجی معاملات میں شرکت زیادہ ہے۔ نوجوان اپنے سیاسی نظریات کے اظہار کے لیے مختلف ذرائع جن میں تقاریر، مباحثے اور سوشل نیٹ ورک شامل ہیں کا استعمال عمل میں لاتے ہیں۔ نوجوانوں کی ایک قابل ذکر تعداد اپنے سیاسی نظریات کے اظہار کے لیے سیاسی پلیٹ فارم کا سہارا لیتی ہے۔ اس مقصد کے لیے کئی دیگر فورم جیسے دیہاتوں میں سیاسی اجتماعات، طلباء تنظیموں کی جانب سے منعقدہ سیاسی مذاکرات، سماجی تقریبات (شادی بیاہ، مذہبی اجتماعات) روایتی ملاقاتوں، سیاسی جماعتوں کے دفاتر اور کالجوں کو بھی بڑے پیمانے پر ایک پلیٹ فارم کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے۔

سروے میں شامل طلباء میں سے راولا کوٹ میں 60، مظفر آباد میں 50 اور میر پور میں 35 فیصد کسی نہ کسی طلباء تنظیم کے رجسٹر شدہ کارکن تھے اور وہ رضا کارانہ خدمات بھی سرانجام دے رہے تھے۔ ان میں سے کئی سماجی تنظیموں کو با قاعدہ چندہ بھی دیتے ہیں تا کہ وہ اپنی خدمات سرانجام دیتی رہیں۔ نوجوانوں کے لیے حکومت کی سرگرمیوں سے آگاہی کے لیے پرنٹ اور الیکٹرانک میڈیا ایک بہت بڑا ذریعہ ہیں۔ تقریباً 50 فیصد نوجوان اخبار میں سیاسی خبریں پڑتے ہیں اور تقریباً اتنی ہی تعداد نے آزاد کشمیر کا آئین پڑھ رکھا ہے۔ انہیں یقین ہے کہ سیاست میں ان کی شرکت معاشرہ میں ایک مثبت تبدیلی کا سبب ثابت ہوگی۔ وہ اپنے سیاستدانوں سے نالاں تو ہیں لیکن یہ امید رکھتے ہیں کہ تبدیلی کے لیے سیاسی عمل اور بات چیت ہی بہترین راستہ ہے۔

آئینی حقوق پر نقطہ نظر

نوجوان یہ یقین رکھتے ہیں کہ انھیں اپنی تقدیر کا مالک ومختار خود ہونا چاہیے۔ ایک بیروزگار نوجوان کا کہنا تھا: "میری قسمت ان لوگوں کے رحم وکرم پر ہے جن کے حق میں میں نے اپنا ووٹ کاسٹ کیا ہی نہیں"۔

یہ درست ہے کہ آزاد کشمیر کے اکثر نوجوان سیاسی طور پر متحرک ہیں اور وہ اپنے حقوق اور ذمہ داریوں سے آگاہ ہیں لیکن یہ خیال ان میں عام پایا جاتا ہے کہ انہیں وہ آئینی حقوق حاصل نہیں جو ایک ریاست کے شہریوں کو ہوتے ہیں۔ ان کے مطابق جنگ کے نام پر ان کے حقوق غصب کر لیے گے ہیں جب کہ اسٹیٹس کو کے خلاف آواز بلند کرنے والوں کو غیر معمولی سیاسی وسماجی نتائج بھگتنا پڑتے ہیں۔ آزاد کشمیر کی حکومت اور عوام کو داخلی خودمختاری حاصل نہیں اور انہیں وہ بنیادی حقوق بھی حاصل نہیں جو ایک جمہوری کلچر اور سیاسی نظام وضع کرنے کے لیے ناگزیر ہوتے ہیں۔

تاریخی طور پر پاکستان اور آزاد کشمیر کے درمیان تعلقات کسی ضابطہ اور طریقہ کار کے مطابق نہیں رہے ہیں، تاہم وقت کے ساتھ ساتھ وہ

تبدیلی کے مختلف مراحل سے گزرے ہیں۔فوکس گروپس کی نشستوں کے دوران اس مسئلہ پر نوجوانوں نے کھل کر اپنے تحفظات کا اظہار کیا۔آزاد کشمیر کے آئین (ایکٹ 1974) کو شدید تنقید کا نشانہ بنایا گیا کیوں کہ نوجوانوں کے نزدیک اس کے ذریعہ مقامی افراد سے فیصلہ سازی کا اختیار چھین لیا گیا ہے۔

کشمیر کونسل کو قانون سازی اور انتظامی معاملات میں جو وسیع اختیارات حاصل ہیں، نوجوان اسے غیر جمہوری قرار دیتے ہیں۔سروے کیے گے افراد میں سے 45 فیصد کا کہنا تھا کہ ان اختیارات کی وجہ سے آزاد کشمیر حکومت کو فیصلہ سازی کے عمل میں رکاوٹ کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔اس مشکل میں مزید اضافہ 'لینٹ افسران' کا تقرر ہے جو حکومت پاکستان کے نامزد اور مقرر کردہ ہوتے ہیں۔ان افسران میں چیف سیکرٹری، انسپکٹر جنرل پولیس، آڈیٹر جنرل، سیکرٹری صحت، چیف الیکشن کمشنر اور سیکرٹری داخلہ شامل ہوتے ہیں6۔ یہ افسران آزاد کشمیر حکومت پر نگران بن کر اصل حکمران کے طور پر معاملات کو سنبھال لیتے ہیں۔

وزیر اعظم پاکستان، کشمیر کونسل کا چیئرمین ہوتا ہے جو آزاد کشمیر کی منتخب قانون ساز اسمبلی پر حاوی ہے 7۔تمام انتظامی اختیارات چیئرمین کے پاس ہوتے ہیں جس کے نتیجہ میں آزاد کشمیر کی داخلی خودمختاری برائے نام رہ جاتی ہے۔یاد رہے کہ کشمیر کونسل کے فیصلوں کو چیلنج نہیں کیا جا سکتا جس کا کنٹرول اسلام آباد میں بیٹھی وفاقی حکومت کے پاس ہوتا ہے۔وزیر اعظم پاکستان کے علاوہ اس کے ممبران میں چھ وفاقی وزراء اور آزاد کشمیر قانون ساز اسمبلی کے منتخب کردہ چھ اراکین ہوتے ہیں۔

کشمیر کونسل کی ہیئت ایسی ہے کہ یہ آزاد کشمیر کے بجائے وفاقی حکومت کی نمائندہ فورم بن جاتی ہے۔وجہ صاف ظاہر ہے کہ اس کونسل میں وفاق کی نمائندگی وزیر اعظم اور اس کی کابینہ کے چھ ارکان کرتے ہیں جن سب کا تعلق ایک ہی جماعت سے ہوتا ہے۔چنانچہ ان کے کسی مسئلہ پر ہم آواز ہونے کا امکان آزاد کشمیر اسمبلی کے منتخب کردہ ممبران سے زیادہ ہوتا ہے جن کا تعلق مختلف جماعتوں سے ہوتا ہے۔وفاق کے با اثر اور طاقتور نمائندوں کے سامنے ان اراکین کا کونسل کے دائرہ اختیار میں شامل امور جیسے ٹیکسوں کے نفاذ اور قانون سازی میں کردار، عملاً بڑا محدود ہوتا ہے۔

آزاد کشمیر کے عبوری آئین ایکٹ 1974 کے مطابق کشمیر کونسل کو 52 امور یعنی تقریباً ہر اہم شعبہ میں قانون سازی کا اختیار حاصل ہے۔ان میں ہائیڈرو پاور، بینکنگ، سیاحت، تیل اور گیس، صنعت، ٹیلی مواصلات، میڈیا اور ٹریڈنگ کارپوریشن شامل ہیں8۔ آزاد کشمیر کی حکومت کے پاس ان معاملات پر فیصلہ کرنے کا کوئی اختیار نہیں۔محاصل کے حصول کا سب سے بڑا ذریعہ ٹیکس ہیں جو جمع کرنا کونسل کے دائرہ اختیار میں ہے جس کے نتیجہ میں آزاد کشمیر مالی طور پر وفاقی حکومت کے دست نگر رہتا ہے۔

آزادکشمیر ہائی کورٹ پہلے ہی کشمیر کونسل کوایک ماورائے آئین ادارہ قرار دے چکی ہے کیونکہ عبوری آئین ایکٹ 1974 کی دفعہ 56 کے تحت وفاقی حکومت آزادکشمیر کی منتخب حکومت کو برطرف کرسکتی ہے۔ یہ اختیار پاکستان کے آئین کے آرٹیکل 257 کی روح کے منافی ہے جس میں واضح طور پر کہا گیا ہے کہ "اگر ریاست کشمیر کے عوام نے پاکستان کے ساتھ الحاق کا فیصلہ کیا تو ریاست اور پاکستان کے درمیان تعلقات کا تعین یہاں کے عوام کی خواہشات کو مدنظر رکھ کر کیا جائے گا[9]"۔

کشمیر کونسل کی ساخت میں کئی خرابیاں موجود ہیں۔ مثال کے طور پر اسے جن 52 امور پر کلی اختیار حاصل ہے، ان میں کونسل کے چیئرمین یعنی وزیراعظم پاکستان کو یہ حق بھی حاصل ہے کہ وہ آزادکشمیر کی اعلیٰ عدلیہ کے ججوں اور آڈیٹر جنرل کو مقرر یا برطرف کرسکتا ہے۔ ان معاملات میں آزادکشمیر کے کونسل میں موجود نمائندوں کا کردار برائے نام ہی ہوتا ہے۔

سروے کے دوران نوجوانوں کی اکثریت نے اس پر نظر ثانی کی حمایت کی اور دعویٰ کیا کہ آزادکشمیر کے عوام پاکستان کے ساتھ تعلقات کا از سر نو تعین چاہتے ہیں تا کہ اس فیصلہ میں تمام جماعتوں کی آواز شامل ہو اور خودمختاری اور مقامی حکومت کا عمل فروغ پا سکے۔ نوجوانوں کا کہنا تھا کہ پاکستان میں اٹھارویں آئینی ترمیم کے بعد اختیارات کی منتقلی کا عمل شروع ہو چکا ہے اور مرکز نے کئی شعبے صوبوں کے حوالے کر دیے ہیں، اس عمل کا آغاز آزادکشمیر میں بھی کیا جانا چاہیے جس کے لیے علامتی طور پر کشمیر کونسل کے غیر جمہوری اختیارت کا خاتمہ کر دیا جانا چاہیے۔

نوجوانوں کا مزید کہنا تھا کہ کشمیری مہاجرین کی پاکستان میں مختص نشستیں آزادکشمیر اور پاکستان کے درمیان دست نگری اور مشروط تعلقات کی ایک اور مثال ہیں۔ آزادکشمیر اسمبلی کی کل 49 نشستیں ہیں جن میں سے 41 کا انتخاب براہ راست جب کہ بقیہ آٹھ کا بالواسطہ ہوتا ہے۔ جن 41 نشستوں پر براہ راست انتخابات ہوتے ہیں ان میں سے 12 نشستیں پاکستان میں آباد کشمیری مہاجرین کے لیے مختص ہیں۔ آزادکشمیر کے اکثر نوجوان یہ سمجھتے ہیں کہ یہ نشستیں مظفرآباد میں حکومت سازی میں بنیادی کردار ادا کرتی ہیں۔

ان کے نزدیک پورے پاکستان میں پھیلی ہوئی ان نشستوں پر انتخابات کا انعقاد مشکل ہے اور اس عمل پر بیش بہا پیسہ اور توانائی خرچ ہوتے ہیں۔ نوجوان ان نشستوں پر ہونے والے انتخابات کے دوران دھاندلی اور عدم شفافیت کے واقعات سے ناخوش ہیں۔ وہ الزام عائد کرتے ہیں کہ انتخابی فہرستوں کا بڑا حصہ جعلی ہے کیوں کہ ان میں غیر ریاستی افراد کے نام دھاندلی کے ذریعہ شامل کروا دیے گے ہیں[10]۔

مزید برآں، ان نشستوں پر انتخابات آزاد کشمیر الیکشن کمیشن کے بجائے پاکستان کی صوبائی حکومتوں کے زیرِ نگرانی سرانجام پاتے ہیں جن کو دھاندلی سے پاک رکھنا مشکل ہے جس کے نتیجے میں پورا انتخابی عمل ہی مشکوک ہو جاتا ہے۔ بالفاظ دیگر، انتخابی عمل جو جمہوری نظام کی بنیاد ہوتا ہے، اگر مشکوک ہو جائے تو بعد کے تمام مراحل پر بھی خود بخود انگلیاں اٹھنے لگتی ہیں، جیسا کہ مہاجرین کی نشستوں کے معاملہ میں ہوتا ہے۔ ایک عام تاثر یہ ہے کہ حکمران قوتیں ان نشستوں کو ہیرا پھیری کے لیے استعمال کرتی ہے جس کی ایک مثال پنجاب ہے جس کی حدود میں مہاجرین کی 12 میں سے تقریباً ساڑھے آٹھ نشستیں ہیں۔

مختلف وفاقی حکومتیں ان نشستوں کو اپنے حامیوں کو تحفہ کے طور پر پیش کرتی رہی ہیں تا کہ وہ اپنا اثر ورسوخ استعمال کر کے اپنے اتحادیوں کی حکومت بنوا سکیں۔ یہ بات بھی نظر انداز نہیں کی جا سکتی کہ بڑی تعداد میں لوگوں نے جعل سازی کے ذریعہ کشمیری مہاجر کی حیثیت سے انتخابی فہرست میں اپنا نام درج کروا رکھا ہے۔

نوجوانوں کی بڑی تعداد کا مطالبہ ہے کہ مہاجرین کی ان نشستوں کے لیے انتخابی فہرستوں پر نظر ثانی کی جائے تا کہ صاف اور شفاف انتخابات کا انعقاد ممکن ہو سکے۔ آزاد کشمیر کے سیاسی عمل کی شفافیت کے حوالہ سے نوجوانوں کی آراء میں فرق پایا جاتا ہے۔ سروے کے دوران راولاکوٹ کے 55 فیصد جب کہ میرپور اور مظفر آباد کے 50 فیصد کے لگ بھگ نوجوانوں نے سیاسی عمل کی بنیاد پر ہی سوال اٹھا دیا۔

مثال کے طور پر عبوری آئین کی سیکشن 21(6) اور 23(1) کے مطابق قانون ساز اسمبلی کے ممبران کے لیے لازم ہے کہ وہ پاکستان کے ساتھ الحاق پر یقین رکھتے ہوں۔ فوکس گروپ کی نشستوں کے شرکاء کا یہ بھی کہنا تھا کہ آئین کی مذکورہ بالا دفعات بیرونی دنیا میں آزاد کشمیر کے بارے میں کوئی اچھا تاثر قائم نہیں کر رہیں اور ان کی وجہ سے غلط فہمی جنم لے سکتی ہے۔

نوجوانوں کے مطابق کشمیر کے پاکستان کے ساتھ الحاق پر یقین رکھنے کے حلف نامہ پر دستخط کرنے کو، جو خاص طور پر انتخابات میں حصہ لینے کے موقع پر ناگزیر ہوتا ہے، یکسر ختم کر دینا چاہیے کیوں کہ یہ بنیادی انسانی حقوق کی خلاف ورزی ہے۔ گو کہ سرکاری نوکری کے حصول کے موقع پر بھی آئین کی اس دفعہ پر دستخط کرنا لازمی ہوتا ہے، کئی قوم پرستوں کا سرکاری شعبوں میں موجود ہونا اس بات کی علامت ہے کہ مذکورہ دفعات محض آئین کی کتاب کی زینت ہیں اور عملاً ان کی کوئی اہمیت نہیں[11]۔

حقیقت یہ ہے کہ یہ دفعات خود آئین پاکستان کے بھی منافی ہیں۔ مثال کے طور پر اس کے آئین کے آرٹیکل 257 کے مطابق 'آزادی حاصل کرنے کے بعد کشمیری عوام کو اختیار حاصل ہو گا کہ وہ پاکستان کے ساتھ اپنے تعلقات کی نوعیت خود طے کریں'۔ الحاق پاکستان پر

یقین کو لازمی قرار دینے سے اسلام آباد کے حق خود ارادیت پر اعلانیہ مؤقف اور اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل کی کشمیر پر قراردادوں پر عملدرآمد کے مطالبہ کو بھی نقصان پہنچ سکتا ہے۔

نیشنل سٹوڈنٹ فیڈریشن کے ایک رہنما کے مطابق اس طرح کی پابندی جمہوریت کی بنیادی روح کے منافی ہے کیوں کہ اس پر پورا نہ اترنے کی پاداش میں کسی امیدوار کو انتخابی عمل میں حصہ لینے کے لیے نااہل قرار دیا جا سکتا ہے۔فوکس گروپ کی نشستوں کے دوران بالخصوص راولاکوٹ اور مظفرآباد سے تعلق رکھنے والے نوجوانوں کا مطالبہ تھا کہ 1970 کے آئین کو بحال کیا جائے جس میں آزاد کشمیر کے شہریوں کے بنیادی حقوق کا تعین کیا گیا ہے۔عملی طور پر یہ آزاد کشمیر کے شہریوں کو اختیار دیتا ہے کہ وہ صدارتی طرز حکمرانی کے تحت صدر ریاست کا اپنے ووٹ کے ذریعے انتخاب کر سکیں۔اس کے مطابق صدر کو انتظامی جب کہ اسمبلی کو قانون سازی کے اختیارات حاصل تھے[12]۔

اہم بات یہ ہے حکومت آزاد کشمیر کو دیگر ممالک کے ساتھ تجارت اور غیر ملکی امداد کے معاملہ میں انتظامی اور قانون سازی کرنے کے بھی اختیارات حاصل تھے۔فوکس گروپس میں شریک نوجوانوں نے بڑے پیمانے پر اس یقین کا اظہار کیا کہ 1970 کے آئین پر عملدرآمد سے آزاد کشمیر کی داخلی خودمختاری میں اضافہ اور استحکام آئے گا جو اقوام متحدہ کے کمیشن برائے پاکستان اور بھارت کی 1948 کی قرارداد کی روح کے عین مطابق ہوگا۔

اس تحقیق میں نوجوانوں کی اکثریت نے آزاد کشمیر کے غریب عوام کے معاشی وسماجی حالات کے سدھارنے میں کشمیر کونسل کے کردار پر شدید عدم اعتماد کا اظہار کیا۔

سروے کے دوران راولاکوٹ سے تعلق رکھنے والے 60، مظفرآباد سے 55 اور میرپور سے 51 فیصد نوجوانوں کا کہنا تھا کہ کشمیر کونسل کے پاس کوئی قانونی اور جائز حق نہیں ہے کہ وہ آزاد کشمیر پر حق حکمرانی استعمال کرے۔اس کی ماورائے آئین حیثیت کو استحصال کی نشانی اور وفاق میں حکمران جماعت کے ساتھ گہرے تعلق کی علامت سمجھا جاتا ہے۔اس کے نتیجہ میں معاشی خرابی کے ساتھ آزاد کشمیر میں سیاسی محاذ آرائی بھی فروغ پاتی ہے۔نوجوانوں نے اپنے اپنے انتخابی حلقوں میں رونما ہونے والی کئی واقعات کا حوالہ دیا اور کہا کہ کونسل کی نشست کے حصول کے لیے پیسے اور دولت کا خوب استعمال کیا جاتا ہے۔انہوں نے یہ نتیجہ اخذ کیا کہ کونسل کی وجہ سے پاکستان پر حد سے زیادہ معاشی انحصاری بڑھ جاتی ہے اور انتظامی اختیارات کی حامل قوتوں کے ساتھ مل جانے کی وجہ سے آزاد کشمیر کی سیاسی قیادت غیر مشروط طور پر ہتھیار ڈال دیتی ہے۔

شهری معاملات میں نوجوانوں کی شرکت

شہری معاملات میں متحرک نوجوان تبدیلی کا سبب بن سکتے ہیں۔سیاسی عمل میں نوجوانوں کی شرکت ان کے مسائل کا موثر حل تلاش کرنے میں مددگار ہوسکتی ہے۔شہری معاملات میں شرکت سے سماجی احتساب کے ساتھ ساتھ تمام فریقوں کے حق ملکیت کے تصور کو تقویت ملتی ہے۔اس تحقیق کے دوران نوجوانوں میں شہریت کے تین اہم اجزاء یعنی کہ حق آواز، حق رائے دہی اور رضا کارانہ خدمات کو ماپا گیا۔تحقیق سے یہ بات عیاں ہوئی کہ آزاد کشمیر کے اکثر نوجوان ابلاغ کے مختلف ذرائع یعنی ٹی وی، اخبار اور انٹرنیٹ کا کثرت سے استعمال کرتے ہیں۔تقریباً مظفر آباد 72، راولاکوٹ 53 اور 25 فیصد میرپور کے نوجوان اخبارات میں عالمی امور کا مطالعہ کرتے ہیں جب کہ مظفر آباد سے 49، راولاکوٹ 42 اور میرپور کے 25 فیصد نوجوان مقامی سیاسی معاملات کے مطالعے کو ترجیح دیتے ہیں۔

آزاد کشمیر کے تقریباً 45 فیصد نوجوانوں نے آئین کا مطالعہ کر رکھا ہے اور انھیں اپنے بنیادی حقوق کے بارے میں آگاہی حاصل ہے۔ مجموعی طور پر ان کی بہت بڑی تعداد کا نام نہ صرف انتخابی فہرستوں میں درج ہے بلکہ وہ اپنے حق رائے دہی کا استعمال بھی کرتے ہیں جو ان کے سیاسی عمل میں شرکت کی ایک علامت ہے۔ووٹ کے ذریعہ تبدیلی پر یقین اور اپنے دوستوں اور معاشرہ کے دیگر افراد کے ساتھ گفت وشنید کے ذریعہ وہ ایک متحرک اور فعال شہری کا کردار ادا کرتے ہیں۔اس بات کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جا سکتا ہے کہ راولاکوٹ سے تعلق رکھنے والے تقریباً 89، مظفر آباد سے 86 اور میرپور سے 70 فیصد نوجوان کسی نہ کسی سماجی وفلاحی تنظیم کے لیے اپنی خدمات رضا کارانہ طور پر پیش کرنے کے خواہشمند ہیں۔تاہم ان میں سے اکثر نے آزاد کشمیر کی یوتھ پالیسی کا مطالعہ نہیں کر رکھا ہے جو راولاکوٹ سے تعلق رکھنے والے ایک نوجوان کے بقول "اسلام آباد سے درآمد کی گئی ہے"۔

باور کیا جاتا ہے کہ آزاد کشمیر کے نوجوانوں کے اندر انتہا پسندی کے رجحانات فروغ پا رہے ہیں۔اس تحقیق کے دوران جن لوگوں سے رابطہ ہوا، ان کی اکثریت نے اس کی تصدیق کی کہ یہ مسئلہ بہت سنگین نوعیت اختیار کر چکا ہے (میرپور 26، راولاکوٹ 37، مظفر آباد 50 فیصد) جب کہ دیگر نے اس سے کسی حد تک اتفاق کیا (میرپور 46، راولاکوٹ 43، مظفر آباد 18 فیصد)۔اس نقطہ نظر کو مکمل طور پر رد کرنے والوں کی تعداد بہت محدود تھی (میرپور 18، راولاکوٹ 6، مظفر آباد 13 فیصد)۔

دہشت گردی سے نمٹنے میں نوجوانوں کے کردار اور اہمیت کا احساس پورے آزاد کشمیر میں ہے۔نوجوانوں کی ایک بہت بڑی تعداد (میرپور 73، راولاکوٹ 56، مظفر آباد 81 فیصد) کو یقین ہے کہ وہ دہشت گردی سے نمٹنے میں ایک اہم کردار ادا کر سکتے ہیں جبکہ ان کا ایک حصہ (راولاکوٹ 43، مظفر آباد 18 فیصد) اس سے جزوی طور پر اتفاق کرتا ہے۔صرف میرپور ایک ایسا خطہ ہے جہاں پر 20

فیصد نوجوانوں کی اس مسئلہ پر کوئی رائے نہیں تھی جب کہ چھ فیصد نے نوجوانوں کے مثبت کردار کے امکان پر جزوی اختلاف کیا۔

معاشی مسائل

بیروزگاری اس وقت آزاد کشمیر کے نوجوانوں کا سب سے بڑا مسئلہ ہے جس کا وہ براہ راست تعلق مسئلہ کشمیر سے جوڑتے ہیں۔ معاشی سرگرمیوں سے محاصل اور روزگار کے مواقع جنم لیتے ہیں۔ خشکی سے محصور خطہ ہونے کی وجہ سے آزاد کشمیر کا براہ راست انحصار اسلام آباد اور پنجاب کے قریبی علاقوں کی منڈیوں پر ہے۔ معاشی ترقی کے تمام ممکنہ شعبوں، سیاحت، ہائیڈرو پاور، جنگلات اور معدنیات کا براہ راست اختیار کشمیر کونسل کے پاس ہے جو مکمل طور پر وفاقی حکومت کے ماتحت کام کرتی ہے۔ آزاد کشمیر حکومت کونسل کے زیر اختیار 52 شعبوں میں کسی بھی منصوبہ کا آغاز نہیں کر سکتی جب تک کونسل سے پیشگی اجازت نہ لی جائے جس کے لیے ایک طویل عمل درکار ہوتا ہے۔

عالمگیریت کی حامل اس دنیا میں اب بین الاقوامی سرمایہ کاری کے بغیر معاشی خوشحالی کا تصور ناممکن ہے۔ آزاد کشمیر صنعتی اعتبار سے ایک پسماندہ خطہ ہے جہاں بیرونی سرمایہ کاری نہ ہونے کے برابر ہے۔ ایک جائزے کے مطابق اس خطہ میں 1980 سے لے کر آج تک مختلف اوقات میں کل 500 صنعتی یونٹ لگائے گے ہیں جن میں سے اس وقت 100 سے بھی کم پیداواری جب کہ باقی تمام بند ہو چکے ہیں۔ آزاد کشمیر کی ایک ممتاز کاروباری شخصیت ذوالفقار عباسی کے مطابق گزشتہ 10 سالوں کے دوران اس خطہ میں تقریباً 30 ہزار افراد اپنی نوکریوں سے محروم ہو چکے ہیں۔ ان کے مطابق آزاد کشمیر میں صنعتی شعبہ کی تباہی و بربادی کی بڑی وجہ کمزور ریگولیٹری طریقہ کار، عدم تسلسل سے دوچار حکومتی پالیسیاں اور بنکوں کا عدم تعاون پر مبنی رویہ ہے۔

آزاد کشمیر چیمبر آف کامرس اینڈ انڈسٹری کے صدر میاں خالد رفیق کے مطابق "ہمیں اس وقت کئی مسائل کا سامنا ہے جس میں انفراسٹرکچر کی عدم دستیابی، حکومت کا غیر حوصلہ افزاء رویہ اور پیشہ ورانہ قابلیت کا فقدان ہے۔ آزاد کشمیر کا شاید ہی کوئی ایسا یونٹ ہوگا جس کا کسی انجنیئرنگ یا ریسرچ انسٹی ٹیوٹ کے ساتھ کوئی رابطہ ہوتا کہ وہ تکنیکی مسائل کے حل میں اس کی مدد کریں"۔

معاشی ترقی کے لیے یہ بھی ناگزیر ہے کہ صنعتی شعبے کو بجلی اور گیس کی بلاتعطل فراہمی کو یقینی بنایا جائے۔ میرپور سے تعلق رکھنے والی ایک کاروباری شخصیت نے الزام لگایا کہ "ہمارے صنعتی یونٹوں کو وہ سستی گیس فراہم نہیں کی جاتی جس کا اہتمام پنجاب اور پاکستان کے دیگر صوبوں میں قائم صنعتی یونٹوں کے لیے کیا جاتا ہے۔ اگر ہمارے صنعتی یونٹوں کے لیے بجلی کی بلاتعطل فراہمی کو یقینی بنانے کے لیے بجلی کی خصوصی ٹرانسمشن لائنز نہیں بچھائی جائیں گی تو ہم عالمی منڈی میں مقابلہ کیسے کر سکیں گے"۔

فوکس گروپس کی نشستوں کے دوران راولاکوٹ اور مظفر آباد سے تعلق رکھنے والے نوجوان اس بات سے متفق نظر آئے کہ کشمیر کے غیر یقینی مستقبل اور سماجی عدم تحفظ کی وجہ سے بیرونی سرمایہ کاری کی راہ میں رکاوٹیں پیدا ہوتی ہیں۔ان کا کہنا تھا کہ ان کے وسائل کا استحصال کیا جارہا ہے اور عوام کو مشکلات میں تنہا چھوڑ دیا گیا ہے۔کئی افراد نے منگلا ڈیم کی رائلٹی کے حوالے سے بھی اپنے تحفظات کا اظہار کیا[13] جو آزاد کشمیر کو باقی صوبوں کے ساتھ مساویانہ اصول کی بنیاد پر ادا نہیں کی جاتی۔

"منگلا ڈیم کی رائلٹی بھی اسی اصول کی بنیاد پر ادا کی جانی چاہیے جس کی بنیاد پر تربیلا اور دوسرے ڈیموں کی ادا کی جاتی ہے"۔

میرپور میں قائم صنعت نے 1990 کی دہائی میں مثبت پیداواری اشارے دیے لیکن حکومت کی عدم دلچسپی اور خراب پالیسیوں کی وجہ سے یہ رجحان برقرار نہ رہ سکا جس کے نتیجہ میں اس شہر کی معیشت دم توڑ چکی ہے۔اس خراب صورت حال کا ایک نتیجہ یہ برآمد ہوا ہے کہ حالیہ سالوں کے دوران میرپور سے بڑی تعداد میں نوجوانوں نے بیرون ملک ہجرت کر لی ہے۔دوسری طرف نجی شعبہ ابھی تک اقتصادی ترقی میں اپنا کوئی کردار ادا نہیں کر سکا ہے۔فوکس گروپس کی نشستوں کے دوران نوجوانوں کا کہنا تھا کہ ریاست کی معاشی ترقی کے لیے ایک اہم قدم یہ ہوسکتا ہے کہ نجی شعبہ کے ساتھ مل کر ان ممکنہ شعبوں کا تعین کیا جائے جن میں سرمایہ کاری کر کے پائیدار ترقی کی منصوبہ بندی کی جاسکتی ہے۔اس پر عملدرآمد کے لیے حکومت آزاد کشمیر اور کشمیر کونسل کو مل کر حکمت عملی بنانی چاہیے۔اس ضمن میں انہوں نے ہائیڈروپاور، سیاحت اور معدنیات کے شعبوں کا خاص طور پر حوالہ دیا جن پر توجہ سے خاطر خواہ نتائج برآمد ہوسکتے ہیں۔

حکومت پاکستان نے آزاد کشمیر کے طلباء کے لیے مختلف شعبوں طب، انجینئرنگ اور زراعت میں کوٹہ مختص کر رکھا ہے، تاہم المیہ یہ ہے کہ نجی شعبہ کی عدم دستیابی کی وجہ سے مذکورہ شعبوں میں تعلیم مکمل کرنے والے طلباء کو آزاد کشمیر میں کوئی ملازمت نہیں مل پاتی۔سرکاری نوکریاں پہلے ہی نہ ہونے کے برابر رہ گئی ہیں۔اعداد و شمار واضح کرتے ہیں کہ آزاد کشمیر میں سرکاری ملازمتوں کا تناسب اتنا زیادہ بڑھ چکا ہے کہ بجٹ کا بڑا حصہ ملازمین کی تنخواہ پر خرچ ہو جاتا ہے۔

ترقیاتی بجٹ کا حجم غیر ترقیاتی بجٹ سے کہیں کم ہے۔مثال کے طور پر مالی سال 11-2010 کا کل بجٹ (اخراجات جاریہ + ترقیاتی) 47.332 ارب روپے تھا جس میں سے ترقیاتی بجٹ کا حجم محض 11.1749 ارب روپے تھا[14]۔ کچھ نوجوانوں (راولاکوٹ 10 فیصد) کا یہ بھی خیال ہے کہ مختلف معاشی مسائل کی ایک وجہ یہاں کے لوگ خود بھی ہیں جس کی ایک مثال یہ بھی ہے کہ لوگ اپنی زمین کو کاشت کرنے کے بجائے مارکیٹ سے چیزیں خریدنا پسند کرتے ہیں۔اس حوالہ سے ایک شخص کا کہنا تھا "میرے آباؤاجداد اسی زمین کو کاشت کرتے رہتے تھے اور وہ پیداوار کے معاملہ میں خود کفیل تھے۔آج ہماری یہی زمین بنجر پڑی ہوئی ہے جس کی وجہ میری اپنی ذاتی نااہلی اور غفلت ہے"۔

آزاد کشمیر قدرتی وسائل پانی، معدنیات اور جنگلات کی دولت سے مالا مال ہے لیکن ابھی تک ان وسائل سے فائدہ نہیں اٹھایا جا سکا ہے۔ اسی طرح یہاں پر زراعت اور فن باغبانی کے لیے بھی ذرائع موجود ہیں۔ سرکاری اعداد و شمار کے مطابق آزاد کشمیر میں معدنیات کے تسلیم شدہ ذخائر موجود ہیں لیکن ان کو نکالنے کے لیے درکار مہارت کے نہ ہونے اور حکومتی معاملات کو غیر سائنسی انداز میں چلانے کی وجہ سے عوام اس دولت سے مستفید نہیں ہو سکتے۔ سروے میں شامل نوجوانوں میں سے 70 فیصد کا کہنا تھا کہ حکومت عوام کی معاشی خوشحالی میں قطعاً کوئی دلچسپی نہیں رکھتی۔ مظفر آباد سے تعلق رکھنے والے ایک نوجوان کا کہنا تھا "عوام کی معاشی ترقی حکومت کی کبھی بھی ترجیح نہیں رہی، ہم نے آج تک آزاد کشمیر میں معاشی پالیسی کا کبھی کوئی ذکر نہیں سنا"۔

اس کے برعکس آزاد کشمیر قانون ساز اسمبلی کے ایک رکن کا کہنا ہے کہ یہ آزاد کشمیر حکومت کے دائرہ اختیار سے باہر ہے کہ وہ قدرتی وسائل جیسے معدنیات، تیل اور گیس کی تلاش یا پانی کے منصوبوں میں سرمایہ کاری کر سکے۔ حکومت آزاد کشمیر، سیاحت، بینکنگ، انشورنس، فیوچر مارکیٹس، ٹریڈنگ کارپوریشن میں سرمایا کاری کے علاوہ معاشی منصوبہ بندی اور صنعت کی ترقی کے لیے اقدامات کرنے کی بھی مجاز نہیں۔ ایسا کرنا کشمیر کونسل کی ذمہ داری ہے۔

اس تحقیق کے دوران یہ چیز بھی سامنے آئی کہ قدرتی وسائل کی تلاش اور ان کے انتظام و انصرام سے منسلکہ افراد کی فنی تعلیم کا اہتمام کیا جانا چاہیے تا کہ اس بات کو یقینی بنایا جا سکے کہ کھدائی کے دوران وسائل کے زیاں کو کم سے کم رکھا جا سکے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ آزاد کشمیر کی سیاسی قیادت، پالیسی ساز افراد اور دیگر متعلقہ حلقے یہاں کی معدنی دولت سے فائدہ اٹھانے کو اپنی ترجیحات میں شامل کریں۔ اس کے نتیجہ میں ان شعبوں میں سرمایہ کاری کا رجحان پیدا ہو گا جس سے روزگار کے مواقع پیدا ہوں گے اور عوام کے معاشی و سماجی حالات میں سدھار پیدا ہو گا۔

بیروزگاری اور اس کے اثرات

بیروزگاری سے آزاد کشمیر کے نوجوانوں کے اندر مایوسی اور جھنجلاہٹ کا احساس فروغ پا رہا ہے۔ اس حوالہ سے مظفر آباد سے تعلق رکھنے والے تقریباً 66، راولاکوٹ سے 60 اور میر پور سے 58 فیصد نوجوانوں کو پختہ یقین ہے کہ معاشی محرومی کا تنازعہ کشمیر کے ساتھ گہرا تعلق ہے۔ فوکس گروپس کی نشستوں میں بھی شریک تقریباً ہر فرد نے اس تنازعے کو بیروزگاری کا بالواسطہ یا بلاواسطہ طور پر ذمہ دار قرار دیا۔ صنعت کے نہ ہونے، خراب معاشی صورت حال اور ملازمت کے محدود امکانات کی وجہ سے کئی نوجوان پاکستان یا دوسری صورت میں مشرق وسطیٰ یا یورپی ممالک چلے جاتے ہیں جس سے ذہین اور قابل لوگوں کی کمی کا بحران جنم لے رہا ہے۔ مزید برآں، بیرونی دنیا

سے کسی سمندری راستہ کے نہ ہونے کی وجہ سے آزاد کشمیر کی معیشت کا بڑا انحصار پاکستان کے دوصوبوں پنجاب اور خیبر پختون خواہ پر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ سروے کیے گے نوجوانوں میں سے 80 فیصد کا کہنا تھا کہ ایک خوشحال اور مستحکم پاکستان ہی آزاد کشمیر کی خوشحالی کی ضمانت بن سکتا ہے۔ تحقیق کے دوران یہ بات کھل کر سامنے آئی کہ آزاد کشمیر خصوصاً راولاکوٹ اور مظفر آباد سے تعلق رکھنے والے نوجوانوں کی یورپی ممالک ہجرت کر جانے کی بڑی وجہ معاشی عسرت اور بیروزگاری ہے۔ میر پور سے تعلق رکھنے والے نوجوان برطانیہ ہجرت کرنے کو ترجیح دیتے ہیں جس کی وجہ وہاں پر ان کی اپنی بہت بڑی کمیونٹی کا موجود ہونا ہے۔ سروے کیے گے نوجوانوں میں سے مظفر آباد سے تعلق رکھنے والے 82، میر پور سے 73 اور راولاکوٹ سے 50 فیصد نوجوانوں نے بیروزگاری کو بیرون ملک ہجرت کا بڑا سبب قرار دیا۔

بیروزگاری کی وجہ سے کئی سماجی مسائل جنم لیتے ہیں جن میں زبردستی یا پھر دوسری صورت میں 'مجبوری کی شادی' وغیرہ بھی شامل ہوتے ہیں۔ آزاد کشمیر سے برطانیہ منتقل ہوجانے والے خاندانوں کی خواہش ہوتی ہے کہ وہ اپنی بچیوں کی آزاد کشمیر میں شادی کردیں تا کہ ان کا اپنی ثقافتی اقدار اور روایات سے رشتہ جڑا رہے۔ فوکس گروپس کی نشستوں کے دوران یہ پہلو سامنے آیا کہ آزاد کشمیر (میر پور) کے غیر تعلیم یافتہ اور بے روزگار نوجوان اس طریقہ کو خوشحالی کا ایک آسان راستہ گردانتے ہیں۔

بیروزگاری کی وجہ سے میر پور میں خاص طور پر زبردستی اور غرض کی شادیوں جیسے سماجی مسائل جنم لے رہے ہیں۔

نوجوانوں کے درمیان برطانوی شہریت کی حامل میر پور کی لڑکیوں اور آزاد کشمیر کے لڑکوں کے مابین شادی کے سوال پر بڑی گرما گرم بحث ہوئی۔ میر پور ڈویژن میں عام تاثر یہ ہے کہ برطانیہ میں آباد ان کی کمیونٹی کے رشتے ناتے عموماً فرسٹ کزنوں کے درمیان ہی ہوتے ہیں۔ اس حوالہ سے یہاں سے تعلق رکھنے والے ایک نوجوان کا کہنا تھا "والدین اپنے بچوں کی شادیاں میر پور میں مقیم اپنے ہی عزیزوں سے کراتے ہیں"۔

میر پور سے تعلق رکھنے والے کئی نئے نویلے جوڑے انگریزی بول سکتے ہیں اور نہ ہی وہ برطانیہ کے کلچر سے متعارف ہیں۔ میر پور میں سروے کیے گے نوجوانوں میں سے تقریباً 30 فیصد کا یہ کہنا تھا کہ برطانوی شہریت کی حامل لڑکی سے شادی کرنا بیروزگار اور غیر تعلیم یافتہ نوجوانوں کے لیے اس ملک کا ویزا اور شہریت حاصل کرنے کا آسان ترین راستہ ہے۔ تاہم ان میں سے کچھ شادیاں زبردستی کی بھی ہوتی ہیں جن میں لڑکیوں کو خاندان کے دباؤ کے زیر اثر رشتہ قبول کرنا پڑتا ہے۔ ان شادیوں کو " غرض کی شادی" کہا جاتا ہے۔ ایسی صورت میں لڑکے کے برطانیہ پہنچنے پر لڑکی اسے طلاق دے دیتی ہے جب کہ لڑکے کو بدلے میں شہریت کا پروانہ مل جاتا ہے۔

دوسری طرف سروے کیے گے نوجوانوں میں سے 25 فیصد کا کہنا تھا کہ یہ رجحان اب بدل رہا ہے اور زبردستی کی شادیاں اب قصہ پارینہ بن چکا ہے۔ان کا کہنا تھا کہ کزنوں یا دور کے رشتہ داروں کے ساتھ شادی کا مقصد پرانے تعلقات کو بحال یا موجودہ کو مستحکم کرنا ہوتا ہے۔ان رشتوں کی مدد سے آپس کے تعلقات میں مضبوطی پیدا کی جاتی ہے۔

سماجی و معاشی ترقی کا خواب محض روپے پیسے کی سرمایہ کاری سے ہی حاصل نہیں ہوسکتا۔اس کا بہت بڑا انحصار تعلیم کے شعبہ میں وسائل کا خرچ کرنا ہوتا ہے جس کے نتیجہ میں ہنرمند کارکن، ماہرین، انجینئرز اور سائنسدان پیدا ہوتے ہیں جو ملک کی ترقی اور معیشت کے استحکام میں اپنا کردار ادا کرتے ہیں اور یوں غربت کے خاتمہ میں مدد ملتی ہے۔تکنیکی اور پیشہ ورانہ تعلیم اور تربیت (TVET) کے فروغ کے ذریعے افرادی قوت کی تیاری عمل میں آتی ہے،اس سے خاص طور پر وہ افراد فائدہ اٹھاتے ہیں جو اعلیٰ تعلیم حاصل نہیں کرسکتے۔

بدقسمتی سے آزادکشمیر کی 40 لاکھ افراد پر مشتمل آبادی میں سے صرف دو فیصد تکنیکی اور پیشہ ورانہ تعلیم اور تربیت حاصل کررہے ہیں[15]۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ حکومت مقامی افراد کے ساتھ ساتھ بیرونی سرمایہ کاروں کو اس جانب راغب کرے کہ وہ چھوٹی سطح کی صنعتوں جیسے فروٹ پراسسنگ، لائیوسٹاک، جنگلات اور زراعت کے شعبوں میں سرمایہ کاری کریں تاکہ اس کے نتیجہ میں بیروزگاری کے خاتمہ کے لیے وسائل اور ملازمت کے مواقع پیدا ہوں۔

وسیع پیمانے پر بیرون ملک نقلِ مکانی: قابل لوگوں سے ملک کی محروی کا سبب

معاشی تنگ دستی کی وجہ سے آزادکشمیر میں 'برین ڈرین' یعنی ذہین اور قابل افراد کی ملک سے نقل مکانی کر جانے کا عمل خطرناک حد تک بڑھ چکا ہے۔معروف جیوگرافر ارنسٹ جارج راونسٹن 16 کے مطابق ہجرت کا عمل ہمیشہ بتدریج سرانجام پاتا ہے اور یہ اکثر دیہات سے شہروں کی طرف ہوتی ہے۔اس کے بقول یہ عمل مجبوری اور امکان کے عناصر کی وجہ سے روبہ عمل ہوتا ہے۔ملازمت کے امکانات، رہائش اور صحت کی بہتر سہولتیں، مذہبی اور سیاسی آزادی اور تعلیم کی سہولتیں عوام کو ہجرت کی جانب مائل کرتی ہیں جبکہ بیروزگاری، سیاسی خوف، بنیادی سہولتوں کی عدم فراہمی، خراب نظام انصاف، آلودگی اور غلامی جیسے عناصر بھی بنیادی عوامل ہیں۔آزادکشمیر میں نوجوانوں کی بیرون ملک ہجرت کے پیچھے یہ دونوں عوامل کارفرما نظر آتے ہیں۔

ہجرت کا مسئلہ اب برصغیر میں ایک حقیقت کے طور پر تسلیم کرلیا گیا ہے لیکن اس امر سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ باصلاحیت اور تربیت یافتہ افرادی قوت کے بیرون ملک چلے جانے سے کسی قوم کی سماجی و اقتصادی ترقی پر نہایت مضر اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ کسی ایک ملک کا 'برین ڈرین' دوسرے ملک کے لیے 'برین گین' بن جاتا ہے۔ اس تحقیق کے دوران اکثر نوجوانوں کا کہنا تھا کہ ان کی بیرون ملک ہجرت کی وجہ بیروزگاری، خراب ملکی معیشت اور ناموافق سیاسی نظام تھا۔ پانچ سالوں کے دوران معاشی مشکلات کے پیش نظر آزاد کشمیر کے 117,237 شہریوں نے بیرون ملک ہجرت کی۔

صنفی مسائل

اکثر نوجوان سمجھتے ہیں کہ عورتوں کی خودمختاری اور جنسی مساوات کے موضوعات کو اب تک آزاد کشمیر میں اہمیت نہیں دی گئی ہے جس کی وجہ سے اس خطہ کی ترقی میں خواتین کے کردار سے پوری طرح فائدہ نہیں اٹھایا جا سکا۔ یہ رائے گروپ نشستوں میں صنفی تناسب کو مدنظر رکھ کر بڑے احتیاط سے مرتب کی گئی ہے۔ سروے کی گئی نوجوان خواتین میں سے 80 فیصد کا یہ کہنا تھا کہ انہیں مردوں کے برابر مواقع حاصل نہیں جب کہ اس نقطہ نظر کو فوکس گروپس کی میرپور میں منعقدہ نشست میں 65، راولاکوٹ میں 45 اور مظفرآباد میں 40 فیصد نوجوانوں نے درست تسلیم کیا۔

خواتین کے لیے ملازمت اور کاروبار کے مواقع بہت محدود ہیں اور شعبہ تعلیم ان کے لیے واحد موزوں آپشن ہوتا ہے۔ ایک خاتون کا کہنا تھا "ایک عورت کے طور پر مجھے کئی مسائل کا سامنا کرنا پڑتا ہے جس کی وجہ سے میری صلاحیتیں متاثر ہوتی ہیں، درپیش مسائل میں سماجی ضابطے، کمزور بنیادی ڈھانچے اور جنسی امتیاز کے رویے شامل ہیں"۔

اسی طرح ایک دوسری خاتون نے ملازمت کے دوران پیش آنے والی مشکلات کے بارے میں بتاتے ہوئے کہا "مجھے وادی نیلم کی گریڈ 17 کی ایک انتظامی پوسٹ کے لیے منتخب کیا گیا لیکن میں نے اس ملازمت کو خیرآباد کہہ دیا کیوں کہ حکومت نہ تو مجھے رہائش فراہم کر رہی تھی اور نہ ہی سماجی تحفظ"۔ ایک اور خاتون نے اپنی مشکلات کچھ اس طرح بیان کیں "اگر میں کسی دوسرے ضلع میں ملازمت حاصل کرنے میں کامیاب ہو بھی جاؤں تو پھر بھی میں حالات کے رحم و کرم پر ہی ہوں گی"۔

راولاکوٹ سے تعلق رکھنے والی ایک طالبہ جس نے ایم ایس سی میں گولڈ میڈل حاصل کر رکھا تھا، اعلیٰ تعلیم کے حصول کے باوجود مواقع نہ ملنے پر اپنی افسردگی کا اظہار کرتے ہوئے کہا "میرا تمام وقت گھر کے کام کاج، کھانے پکانے، کپڑے، برتن دھونے میں گزر جاتا ہے"۔ خواتین کی تعلیم کا معیار بھی سنگین مسائل سے دوچار ہے کیوں کہ خواتین اساتذہ کو ملازمت کے دوران تربیت کا شاید ہی کبھی موقع ملتا

ہو۔ان کے لیے اعلیٰ تعلیم کے مواقع بہت محدود ہوتے ہیں جس کے تناظر میں انٹرویو کیے گئے کئی نوجوانوں کا کہنا تھا کہ خواتین اساتذہ کا کردار انتہائی اہمیت اختیار کر جاتا ہے۔تاہم خواتین اساتذہ کا ایک جگہ سے دوسری جگہ جانا بڑا مشکل ہوتا ہے۔اس ضمن میں حکومت نے خواتین کو جو سہولتیں فراہم کی ہوئی ہیں وہ مردوں کے مقابلہ میں محض بنیادی نوعیت کی ہیں۔

تعلیمی مسائل

آزاد کشمیر کا تعلیمی تناسب 65 فیصد تسلیم کیا جاتا ہے جو پاکستان کے تعلیمی تناسب 55 فیصد سے زیادہ ہے۔ پاکستان کے اعداد و شمار کے بیورو[17] کے مطابق غیر تعلیم یافتہ افراد میں سے 77 فیصد کا تعلق مردوں اور 53 فیصد کا عورتوں سے ہے۔اعداد و شمار کے اعتبار سے تعلیم کے شعبہ میں ترقی دیکھنے میں آئی ہے۔ اس وقت آزاد کشمیر میں آٹھ ہزار سے زیادہ تعلیمی ادارے (چھ ہزار سرکاری اور دو ہزار پرائیویٹ) اپنی خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔1947 میں ان اداروں کی کل تعداد محض 291 جب کہ 1977 میں 2085 اور 1988 میں 4567 تھی[18]۔گزشتہ سات سے دس سالوں کے دوران نجی شعبہ کی تعلیم کے میدان میں پیش رفت انتہائی متاثر کن رہی ہے۔اس وقت آزاد کشمیر میں مجموعی طور پر پرائمری، ثانوی، انٹر اور اعلیٰ درجے کی تعلیم کے 1761 نجی ادارے موجود ہیں۔اس کے ساتھ ساتھ فنی تعلیم کے 48 ادارے اور ہائی سکول سطح کے 473 مدارس بھی اپنی خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔

نجی شعبہ میں اعلیٰ تعلیم کی فراہمی میں بھی اضافہ دیکھنے میں آیا ہے اور اس وقت 13 ڈگری کالج اور دو یونیورسٹیاں تعلیمی خدمات فراہم کر رہی ہیں۔آزاد جموں کشمیر یونیورسٹی میں اس وقت تقریباً 4967 طلباء تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔2010 تک میرپور یونیورسٹی آف سائنس اینڈ ٹیکنالوجی میں داخل طلباء کی تعداد 3500 تک پہنچ چکی تھی۔

سروے کیے گئے نوجوانوں میں سے 73 فیصد کا کہنا تھا کہ تعداد میں اضافہ درست لیکن اس سے تعلیمی معیار میں بہتری نہیں آئی ہے۔ان کی شدید خواہش ہے کہ آزاد کشمیر میں بھی معیاری تعلیم کی فراہمی کا سلسلہ شروع ہو جس کی عدم فراہمی کی وجہ سے نوجوانوں کی بڑی تعداد یورپی ممالک خصوصاً برطانیہ کا رخ کر رہی ہے۔تعلیم کے لیے بیرون ملک جانے کے اس رجحان کے حوالہ سے مختلف آراء سامنے آئیں۔ 35 فیصد کا کہنا تھا کہ ایسا ارادی طور پر ہو رہا ہے جب کہ 55 فیصد کا کہنا تھا کہ خراب معیار تعلیم اس کا سبب ہے۔

اعداد و شمار کے اعتبار سے دیکھا جائے تو آزاد کشمیر میں اس وقت 4.59 ملین افراد پر مشتمل آبادی کے لیے سرکاری شعبہ میں محض دو یونیورسٹیاں آزاد جموں وکشمیر یونیورسٹی اور پونچھ یونیورسٹی موجود ہیں۔ میرپور میں یونیورسٹی آف انجینئرنگ محض ایک انجینئرنگ کالج

ہے۔اعلیٰ کارکردگی کے باوجود آزاد کشمیر کے طلباء' کوٹہ سسٹم' کے تحت پاکستان کے میڈیکل اور انجینئرنگ کالجوں میں بہت محدود تعداد میں داخلہ حاصل کر پاتے ہیں۔معیار تعلیم میں واضح فرق کی وجہ سے آزاد کشمیر کے طلباء کے لیے پاکستانی طلباء کے ساتھ اوپن میرٹ پر مقابلہ کرنا عموماً کارلا حاصل ہی ہوتا ہے۔

پرائمری اور ثانوی درجہ کے سرکاری سکولوں کا معیار اوسط درجہ سے بھی نیچے ہے۔مثال کے طور پر آزاد کشمیر بھر کے کالج سہولیات اور معیار تعلیم کے اعتبار سے پاکستان کے اداروں کے کسی بھی طور ہم پلہ نہیں۔آزاد کشمیر میں طبقاتی نظام تعلیم بھی نوجوانوں کے لیے صورت حال کو مزید دشوار بنا دیتا ہے۔امیر والدین اپنے بچوں کو پرائیویٹ سکولوں میں بھیجتے ہیں جب کہ وسائل کی کمی کے شکار بچے حکومت کے تباہ حال نظام تعلیم کے رحم و کرم پر ہوتے ہیں۔

آزاد کشمیر کے سیاستدانوں کے بچے پاکستان کے اعلیٰ اداروں سے تعلیم حاصل کرتے ہیں جو بعد میں پاکستان میں آزاد کشمیر کے طلباء کے لیے مختص نشستوں پر بھی قبضہ جما لیتے ہیں۔سروے کے دوران 65 فیصد افراد نے کوٹہ سسٹم کے تحت استحصال کی شدید مذمت کی۔ آزاد کشمیر میں یونیورسٹیوں کے نہ ہونے کی وجہ سے ان طلباء کو مجبوراً پاکستان اور دوسرے ممالک کا رخ کرنا پڑتا ہے جو سوشل سائنسز، میڈیکل سائنسز، آرٹ، ہیومینٹیز اور لسانیات میں پی ایچ ڈی کرنا چاہتے ہیں۔اسی طرح ملازمت کے مواقع نہ ہونے کی وجہ سے تعلیم یافتہ نوجوانوں کی اکثریت پاکستان یا باہر کے ممالک میں آباد ہو جاتی ہے جس سے آزاد کشمیر کی ترقی کے عمل میں ان کا حصہ نہ ہونے کے برابر رہ جاتا ہے۔

ایک حوصلہ افزاء پیش رفت

غیر ملکی سرمایہ کاری نہ ہونے کے باوجود ایک حوصلہ افزاء پیش رفت یہ سامنے آئی ہے کہ مقامی افراد تعلیم کے نجی شعبہ میں سرمایہ کاری کر رہے ہیں جو اس وقت پڑھے لکھے نوجوانوں کے لیے ملازمت کا سب سے بڑا ذریعہ ہے۔آزاد کشمیر کے تین اضلاع میں اس وقت تقریباً 1,157 پرائیویٹ تعلیمی ادارے کام کر رہے ہیں[19]۔

نوجوان نیشنل رورل سپورٹ پروگرام پاکستان (NRSP) کو بے حد سراہتے ہیں جس نے گراس روٹ لیول پر عوام کی شرکت کا تصور متعارف کرایا اور آزاد کشمیر کی سماجی و معاشی ترقی کے لیے کوشاں ہے۔یہ وہ واحد تنظیم ہے جس کے راولاکوٹ، عباس پور، ہجیرہ، باغ، فارورڈ کہوٹہ، دھیر کوٹ، مظفر آباد، پٹیکہ، نیلم، کوٹلی، سہنسہ، پلندری، نکیال، کھوئی رٹہ اور چڑھوئی میں دفاتر موجود ہیں۔نوجوانوں نے اس تنظیم کی کمیونٹی ڈویلپمنٹ، تعلیم، بحالی، لائیوسٹاک اور زراعت کے شعبوں میں خدمات کو قابل ستائش قرار دیا۔تاہم انھوں نے ان

اقدامات کو ناکافی قرار دیا جن کو حکومت کی سیاسی اور مالی معاونت بھی حاصل نہیں۔

تنازعہ کشمیر: نوجوانوں کا نقطہ نظر

نوجوان بلاتخصیص مسئلہ کشمیر کو ایک تنازع سمجھتے ہیں۔ان میں سے اکثر (83 فیصد) اسے اپنی زندگی کا سب سے اہم مسئلہ قرار دیتے ہیں۔وہ اپنی سیاسی قیادت سے تنازعہ کشمیر کو صحیح طور پر بین الاقوامی ایشو نہ بنانے پر بھی نالاں ہیں۔ان کے خیال میں سیاسی قیادت صورت حال کے جوں کے توں رہنے اور کشمیری قوم کی شناخت کے تحلیل ہو جانے کے ذمہ دار ہیں۔کشمیر کے تنازعہ کے حل کے سوال پر مختلف نقطہ ہائے نظر سامنے آئے لیکن نوجوانوں نے اس مسئلہ پر اقوام متحدہ کی قراردادوں کی متفقہ طور پر حمایت کی لیکن وہ ان پر عملدرآمد نہ ہونے کی وجہ سے شدید مایوس تھے۔ایک نوجوان سے جب اس تنازع کے حل میں اقوام متحدہ اور بین الاقوامی برادری کے کردار کے حوالے سے سوال کیا گیا تو اس نے انتہائی جذباتی انداز میں کہا:

"یہ میرا مسئلہ ہے اور میں باہر کی دنیا میں کسی سے مدد لیے بغیر اسے خود حل کروں گا، مجھے اپنی صلاحیتوں پر پورا یقین ہے"۔

کئی ایک نے غیر روایتی اقدامات کی حمایت کی جس کی ایک مثال انہوں نے سابق صدر پرویز مشرف کے فارمولہ کی دی جس کے تحت کشمیر کے لیے اندرونی خودمختاری اور فوجوں کے انخلاء کی بات کی گئی تھی۔نوجوان امن کے لیے اٹھائے گئے اس طرح کے اقدامات کی ناکامی کا ذمہ دار بھارت کو سمجھتے ہیں۔کچھ ایسے نوجوان بھی تھے جو پاکستان کے ارادوں کو بھی شک وشبہہ سے بالا نہیں سمجھتے۔تمام نوجوانوں نے بھارت کی جانب سے کشمیر کو اٹوٹ انگ قرار دینے کو اقوام متحدہ کی قرارداوں کی نفی قرار دیا اور اس عمل کی شدید مخالفت کی۔

فوکس گروپس کے شرکاء نے اس بات پر شدید افسوس کا اظہار کیا کہ اقوام متحدہ نے کشمیر کے مسئلہ کو حل کرنے کے لیے کوئی بامعنی کوشش نہیں کی۔ان کا کہنا تھا کہ اقوام متحدہ کو اس مسئلہ کے حل کے لیے بامقصد کوشش کرنی چاہیے اور اس کے لیے اسے کشمیر کے عوام کی اصل آواز پر کان دھرنا ہوگا۔انہوں نے کشمیر میں امریکہ کی کسی بھی قسم کی مداخلت یا فعال کردار کی مخالفت کی، تاہم اس یقین کا اظہار کیا کہ امریکہ کی کشمیری عوام کی حمایت کی صورت میں ایک مثبت تبدیلی رونما ہو سکتی ہے۔

اس تحقیق کے دوران جن افراد سے رابطہ ہوا، ان میں سے 80 فیصد کا کہنا تھا کہ تنازعہ کشمیر کے انسانی پہلو کو نظرانداز نہیں کیا جانا چاہیے۔ان افراد نے اس مسئلہ کو انسانی مسئلہ قرار دیا جہاں لوگوں کی مشکلات اور مصائب میں کوئی کمی نہیں آ رہی۔ان کا یہ بھی کہنا تھا کہ کشمیر کے مسئلہ کو زمین پر قبضے کی لڑائی نہ سمجھا جائے بلکہ یہ لاکھوں کشمیریوں کے سیاسی حقوق کا مسئلہ ہے جن کے وہ اب بھی منتظر ہیں۔

تقریباً70 فیصد افراد کا کہنا تھا کہ پاکستان کا اس مسئلہ میں کردار بنیادی نوعیت کا ہے اور وہ اس کی وجہ سے بری طرح متاثر بھی ہوا ہے۔ ہر چند کہ لوگ پاکستان کی آزاد کشمیر کی سیاست اور انتظامی امور میں بے جا مداخلت پر سخت شاکی بھی ہیں، وہ اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ پاکستان نے اس مسئلہ کے پر امن حل کے لیے جدوجہد کی ہے۔ آزاد کشمیر کے نوجوان اپنی شناخت کو ترک کرنے پر آمادہ نہیں ہیں لیکن وہ پاکستان کے ساتھ اپنی شدید جذباتی محبت کا بھی اظہار کرتے ہیں۔ ان کی اکثریت اس بات کو تسلیم کرتی ہے کہ پاکستان نے کشمیریوں کے اپنے حقوق کے لیے جدوجہد میں 'دل وجان' سے حمایت کی ہے۔

پاکستان نے کشمیر کی جدوجہد کے لیے جو غیر متزلزل حمایت کی ہے اس کی کوئی مثال پیش نہیں کی جا سکتی۔ نوجوان بڑے پیمانے پر اس حقیقت کو تسلیم کرتے ہیں اور اس کا پاس بھی رکھتے ہیں۔

عسکری جدوجہد پر خیالات

تاریخی طور پر کشمیر اولیاء اور بزرگوں کا مسکن رہا ہے جن کا تعلق مسلمان اور ہندو دونوں اقوام سے تھا۔ وہ مذہب اور عقیدے کی تمیز کے بغیر لوگوں میں امن، محبت اور بھائی چارہ کی تبلیغ کیا کرتے تھے۔ چنانچہ یہی وجہ ہے کہ آزاد کشمیر کے 55 فیصد نوجوان امن اقدامات کی بھرپور حمایت اور عسکریت سے دوری کا اظہار کرتے ہیں۔ تاہم کئی اس بات پر بھی اصرار کرتے ہیں کہ عسکریت کی وجہ سے کشمیر کی تحریک اجاگر ہوئی۔ ریاستی عوام کی قربانیوں کو عالمی سطح پر توجہ ملی اور بھارت کی یہ کوشش ناکام ہوئی کہ کشمیر اس کا داخلی مسئلہ ہے۔

عوام کی قربانیوں کی وجہ سے کشمیر کے تنازعہ کو بھرپور پذیرائی ملی لیکن 9/11 کے بعد حالات بدل گئے ہیں۔

آزاد کشمیر میں نوجوانوں کی زیر قیادت سول سماجی تحریکوں کو بے حد سراہا جاتا ہے اور نوجوان ان کی مدد بھی کرتے ہیں۔ مظفر آباد سے تعلق رکھنے والے ایک نوجوان طالب علم رہنما کا کہنا ہے کہ عسکری تحریک زیادہ حمایت حاصل کرنے میں کامیاب نہیں ہو سکی تھی اور وہ نوجوانوں کی صلاحیتوں اور توانائی کا استحصال کرتی تھی۔ فوکس گروپس کی نشستوں میں راولاکوٹ سے تعلق رکھنے والے اکثر نوجوانوں کا کہنا تھا کہ مختلف عسکری تنظیموں کے سامنے آجانے سے اصل مقصد پیچھے رہ گیا اور علاقے میں فرقہ واریت کو ہوا ملی۔ اس نقطہ نظر کے باوجود وہ متفکر تھے کہ اگر کشمیر پر موجودہ تعطل کا سلسلہ برقرار رہا تو نوجوان پھر 1990 کی دہائی کی عسکریت پسندی کی جانب راغب ہو سکتے ہیں۔

سروے کے دوران تقریباً86 فیصد نوجوانوں نے بین الاقوامی برادری کو شدید تنقید کا نشانہ بنایا کہ اس نے کشمیر میں جاری قتل عام کو

روکنے کے لیے کوئی قدم نہیں اٹھایا۔ایک تاثر یہ بھی ہے کہ کشمیریوں کی پرامن تحریک کو عالمی طور پر جس طرح نظرانداز کیا گیا اس کے رد عمل میں اس سوچ کو تقویت مل سکتی ہے کہ عسکریت پسندی سے ہی مذکورہ مقصد حاصل کیا جا سکتا ہے اور اگر ایسا ہوا تو یہ پورے خطے کے امن کے لیے انتہائی مہلک ہوگا۔

تقریباً 60 فیصد نوجوانوں نے آزاد کشمیر حکومت کو شدید تنقید کا نشانہ بنایا کہ وہ امن کے عمل کی حمایت کرنے کی بجائے دیگر غیر اہم مقامی مسائل میں اپنی توانائیاں صرف کر رہی ہے۔ان کے نزدیک آزاد کشمیر حکومت کو چاہیے کہ وہ کنٹرول لائن پر امن کے لیے اٹھائے گئے اعتماد سازی کے اقدامات کو آگے بڑھائے اور ایک سہولت کار کا کردار ادا کرے۔راولاکوٹ سے تعلق رکھنے والے ایک نوجوان کا کہنا تھا" آزاد کشمیر حکومت کی ایسی کوئی دلچسپی نظر نہیں آتی جس سے پتہ چلتا کہ وہ ریاست کے دونوں حصوں کے درمیان تعاون اور اشتراک کی راہیں تلاش کر رہی ہے۔امن کے عمل کو جاری رکھنے کے لیے ناگزیر ہے کہ حکومتی سطح پر بھرپور کوششیں کی جائیں"

جوکبھی متحد و یکجان تھے ، اب منقسم ہیں:شناخت کا بحران

راولاکوٹ سے تعلق رکھنے والے ایک نوجوان کا کہنا تھا۔

'میرے کشمیری ہونے کی تاریخ پانچ سو سال پر محیط ہے، میں اپنی یہ شناخت کھو دینے کا سوچ بھی نہیں سکتا'

شناخت کا یہ مسئلہ کشمیری نوجوانوں کے لیے انتہائی اہمیت اختیار کر چکا ہے۔وادی نیلم سے تعلق رکھنے والے ایک نوجوان نے کہا 'مجھے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ ہم ایک انتہائی مشکل اور پیچیدہ صورت حال سے دوچار ہو چکے ہیں'۔سروے کے دوران نوجوانوں کشمیری، پاکستانی کشمیری یا صرف پاکستانی شناخت پر کوئی واضح نقطہ نظر نہ اپنا سکے۔تاہم انہوں نے اس موقع پر سیاسی اعتبار سے اپنی قومی کشمیری شناخت سے گہری وابستگی کا اظہار کیا۔اکثریت (65 فیصد) نے اپنی شناخت' کشمیری' برقرار رکھنے کو ترجیح دی' چاہے پاکستان یا بھارت کے ساتھ مستقبل میں تعلقات کی نوعیت کیسی بھی ہو۔ایسے افراد کی تعداد 30 فیصد تھی جو خود کو پاکستانی کشمیری کہلانا چاہتے تھے۔

مظفرآباد اور راولاکوٹ سے تعلق رکھنے والے نوجوان شناخت کے مسئلہ پر بہت زیادہ حساس تھے،ان میں بالترتیب 80 اور 60 فیصد نوجوان اپنے آپ کو صرف' کشمیری' کہلوانا چاہتے ہیں جبکہ میرپور میں اس نقطہ نظر کے نوجوانوں کی تعداد 53 فیصد تھی۔

اکثر نوجوان یہ سمجھتے ہیں کہ ان کی شناخت معدوم ہو رہی ہے۔سروے کے دوران 65 فیصد نوجوانوں کا کہنا تھا کہ وہ شناخت کے بحران سے دوچار ہیں۔ان کے مطابق کشمیر کی تقسیم کی وجہ سے کشمیری ورثہ یعنی کشمیریت کو ناقابل تلافی نقصان پہنچ رہا ہے۔اسکول جانے والی

نسل کا زیادہ متاثر ہونے کا خدشہ ہے جس کو کشمیر کی تاریخ کے بارے میں تعلیم دی جاتی ہے اور نہ اسے زبانی طور پر آگاہ کیا جاتا ہے۔ فوکس گروپس کی نشستوں کے دوران تقریباً 60 فیصد نوجوانوں کا کہنا تھا کہ وہ تنازعہ کشمیر کی وجہ سے بے حد متاثر ہوئے ہیں اور وہ اپنی سیاسی قیادت کے سامنے بار بار یہ سوال اٹھاتے ہیں کہ ان کے مستقبل کا کیا بنے گا۔ شناخت کے بحران نے درحقیقت آزاد کشمیر کے نوجوانوں کو اپنے شکنجہ میں جکڑ رکھا ہے۔ ان کے نزدیک کشمیر کی تاریخ کے اتار چڑھاو اور سیاسی قیادت کی وجہ سے ان کی شناخت کا مسئلہ سلجھنے کے بجائے مزید الجھ چکا ہے۔ اپنی سابقہ نسلوں کی طرح نوجوان نسل بھی ان ہی سوالات کا جواب آج بھی تلاش کر رہی ہے۔

صورت حال یہ ہے کہ اس وقت نہ تو نصابی کتب اور نہ ہی کسی حوالہ جاتی مواد میں شناخت کے اس بنیادی سوال کا جواب فراہم کیا گیا ہے، سوائے اس کے کہ جو 'پاکستان کے قومی مفاد' کے مطابق ہو۔ ایسا طرز عمل نقصان دہ ہو سکتا ہے اور نوجوانوں میں نفرت اور عدم برداشت پر مبنی نظریات پروان چڑھانے کا سبب بن سکتا ہے۔

مظفر آباد سے تعلق رکھنے والے ایک نوجوان کا کہنا تھا کہ تاریخ کو معمولی مفادات کے لیے مسخ کیا جاتا ہے۔ ایک دوسرے نوجوان کا اس موقع پر کہنا تھا "ہم ایک کنفیوژڈ قوم ہیں، ہمیں اپنی شناخت، ثقافت، مذہب اور حتمی منزل سے متعلق کچھ بھی معلوم نہیں"۔ ساٹھ فیصد نوجوانوں کے مطابق یہ معاشرے کی اجتماعی ناکامی ہے کہ وہ آج تک اپنے بنیادی حدود و قیود اور معیار کا تعین نہیں کر سکا۔

کنٹرول لائن کے آر پار روابط

کنٹرول لائن کے آر پار روابط کو مضبوط بنانے کے لیے کیے جانے والے اقدامات سے منقسم دھرتی کو دوبارہ اکٹھا کرنے میں مدد ملے گی۔

ماضی، حال اور مستقبل

آزاد کشمیر کے نوجوانوں کے اندر ریاست کشمیر کو جلد از جلد دوبارہ متحد کرنے کی شدید خواہش پائی جاتی ہے، جو اس وقت ٹکڑوں میں بٹی ہوئی ہے۔ نوجوانوں میں ایک تصور یہ بھی پایا جاتا ہے کہ بھارت اور پاکستان کی سیاسی قوتوں نے کشمیریوں، خاص طور پر آزاد کشمیر کے رہنے والوں کو، ارادتاً منقسم کر رکھا ہے جس کے نتیجہ میں وہ سیاسی، سماجی اور اقتصادی طور پر ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہو چکے ہیں۔ کنٹرول لائن کے دونوں طرف کے خاندان مصائب سے دوچار ہیں، عسکری تحریک کے نتیجہ میں 1990 سے اب تک 70 ہزار سے زیادہ خاندان کنٹرول لائن عبور کر کے بھارتی کشمیر سے آزاد کشمیر کے مختلف علاقوں کی طرف ہجرت کر چکے ہیں[20]۔ مظفر آباد کے ایک تاجر نے شکوہ

کرتے ہوئے کہا" بھارتی کشمیر میں میرے رشتہ دار اور جائیداد ہے، آخر کس قانون کے تحت مجھے میرے رشتہ داروں سے ملنے نہیں دیا جاتا"۔

نوجوان کنٹرول لائن کے آر پار ہونے والے اقدامات سے آگاہی رکھتے ہیں اور یقین رکھتے ہیں کہ باہمی تجارت سے لوگوں کی زندگیوں میں انقلاب آسکتا ہے۔ وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ ان اقدامات کے نتیجہ میں ایسا ماحول پیدا ہوا ہے جس سے مسئلہ کشمیر کے حل کے امکانات بڑھ چکے ہیں۔ ویزا میں آسانیوں اور مظفر آباد۔ سری نگر اور لاہور۔ دہلی کے درمیان بس، ٹرین اور فضائی سروس کے اجراء سے لوگوں کے درمیان رابطوں میں اضافہ ہوسکتا ہے۔

سروے کے دوران 70 فیصد نوجوانون کا کہنا تھا کہ تجارت، آمدورفت اور کنٹرول لائن کے آر پار اقدامات سے امن کے عمل کو تقویت ملے گی، تعلقات میں بہتری آئے گی اور امن کے حامیوں کے باقاعدہ حلقے وجود میں آجائیں گے جس کے دور رس سیاسی وسماجی اثرات مرتب ہوں گے۔ نوجوان چاہتے ہیں کہ وہ آر پار تجارت کو ثقافتی سرگرمیوں اور باہمی رابطوں کے ذریعہ طاقت فراہم کریں۔

نوجوان ثقافتی تبادلوں (،لوک موسیقی ، ادب، سپورٹس، سیاحت، مقدس مقامات پر حاضری ،شادی بیاہ)، آر پار دوروں، مشترکہ پارلیمنٹ کے قیام، تعلیمی سرگرمیوں، طلباء، شاعروں،، نوجوانوں کے نمائندوں اور کنٹرول لائن پر آباد کشمیریوں (خاص طور پر 1990 کے بعد بے گھر ہوجانے والے افراد) کے آزادانہ سفر کے اقدامات چاہتے ہیں ان قدامات سے کشمیریوں کو یکجا ہونے کا موقع ملے گا جو آج منقسم ہیں[24]۔

کنٹرول لائن کو لائن آف کلچر اور کامرس میں بدلنے کے پس منظر میں اصل جذبہ ان لوگوں کو دوبارہ ایک ہونے میں تعاون وسہولت فراہم کرنے کا ہے جنہوں نے بے پناہ مصائب کا سامنا کیا ہے۔ 1947 میں ایک دوسرے سے جدائی کے بعد سے ان کی اقدار، روایات اور داخلی کلچر کو معدومیت کا سامنا ہے۔ نوجوانوں کا کہنا تھا کہ کنٹرول لائن پر آباد خاندان سب سے زیادہ توجہ کے مستحق ہیں اور بھارت اور پاکستان کو ان کے لیے خصوصی اقدامات کرنے چاہیں۔ سروے کے دوران 75 فیصد نوجوانوں کا کہنا تھا آزاد کشمیر کی سول سوسائٹی کو کنٹرول لائن کے آر پار مشترکہ اقدامات کے فروغ کے لیے اپنا کردار ادا کرنا چاہیے لیکن سول سوسائٹی کا موجودہ کردار افسوسناک ہے۔

تقریباً 65 فیصد نوجوان آزاد کشمیر میں ایک سے زیادہ فعال اور موئثر سول سوسائٹی تنظیموں کی ضرورت محسوس کرتے ہیں۔ وہ کنٹرول لائن کے آر پار اقدامات کی حمایت کرتے ہیں اور اس بات پر زور دیتے ہیں کہ آزاد کشمیر اور جموں وکشمیر کے لوگوں میں بھی ان اقدامات

کی حمایت کا احساس پیدا کرنے کے لیے سول سوسائٹی کو اپنا کردار ادا کرنا چاہیے۔ان کا مزید کہنا تھا کہ کنٹرول لائن کے آر پار تجارت کا دائرہ کار بہت محدود ہے اور جیسا خیال کیا گیا تھا اس کے برعکس نچلی سطح پر عام شہری اس سے مستفید نہیں ہو پا رہے ہیں۔عوامی حمایت میں اضافہ کے لیے ضروری ہے کہ کنٹرول لائن کے آر پار اقدامات کے ثمرات کو عام آدمی تک پہنچایا جائے

کنٹرول لائن کے آر پار اقدامات :رکاوٹوں پر تاثرات

ایک مرکزی نظام اور قانون کے زیر سایہ کنٹرول لائن کے آر پار آمد ورفت کئی انتظامی پیچیدگیوں اور رکاوٹوں سے دوچار ہے۔پانچ مقامات سے پیدل داخلہ کی سہولت (نوسیری۔ٹیٹوال، چکوٹھی۔اوڑی، حاجی پور۔اوڑی، راولاکوٹ۔پونچھ اور تتہ پانی۔مینڈھر) کو ناکافی سمجھا جاتا ہے کیوں کہ ان کے ذریعہ سفر کی اجازت ایک مرکزی نظام کے رحم وکرم پر ہوتی ہے۔ان خصوصی مقامات سے آمدو رفت کے لیے مظفرآباد۔سری نگر بس سروس کے طریقہ ہائے کار اور ضابطوں کا اطلاق عمل میں لایا جاتا ہے جو اسلام آباد اور دہلی کی مرضی ومنشاء کے تابع ہوتے ہیں۔مرکزی طریقہ کار کے تحت انجام پانے والے امور کی وجہ سے انٹری،ٹریول پرمٹ کا حصول اور خفیہ ایجنسیوں کی طرف سے کلیئرنس ایک دقت طلب مرحلہ بن جاتا ہے۔

نیشنل ڈیفنس یونیورسٹی(NDU) اسلام آباد سے منسلک ڈاکٹر شاھین کا کہنا ہے کہ خفیہ ایجنسیوں کی طرف سے کلیئرنس کے سست عمل کی وجہ سے انٹری پرمٹ کا عمل اتنا دشوار گزار مرحلہ بنا دیا گیا ہے کہ صرف چند لوگ ہی اسے پار کر پاتے ہیں اور وہ بھی ایک طویل انتظار کے بعد"22۔ان مشکلات کی وجہ سے بظاہر چند ہی لوگوں کو فائدہ ہوتا ہے۔بس سروس کا خاطر خواہ استعمال نہ ہونے کی وجہ سے ہزاروں افراد کی درخواستیں انتظار کی ٹوکری میں پڑی رہتی ہیں۔اگر مرکز کی بجائے ڈی سنٹرالائزڈ یعنی موقع پر فیصلے کا اختیار یا کوئی خصوصی طریقہ اختیار کیا جائے تو تقسیم شدہ خاندانوں کی مشکلات میں کمی آسکتی ہے۔

خطہ کی قدرتی صلاحیت اور وسیع امکانات کو مدنظر رکھتے ہوئے کشمیر کے دونوں حصوں کے درمیان تجارت کو مکمل طور پر کھول دیا جانا چاہیے۔داخلی صنعت کی بحالی، نجی شعبے کے تعاون کے ساتھ نئے امکانات کی تلاش، ریاست کے درمیان راستوں کو کھولنے اور انفرا سٹرکچر کی تعمیر سے نہ صرف معیشت ترقی کرے گی بلکہ روزگار کے نئے مواقع بھی پیدا ہوں گے۔

سروے کے دوران 70 فیصد نوجوانوں نے کنٹرول لائن کے آر پار تجارت کی حمایت کی ، تاہم اس تجارت سے حقیقی فائدہ کون اٹھا رہا ہے، اس بارے میں ان کے اندر شدید تحفظات پائے جاتے ہیں اور وہ سمجھتے ہیں کہ غیر ریاستی افراد اس دوڑ میں آگے آگے ہیں۔مجموعی طور پر 50 فیصد نوجوانوں کا کہنا تھا کہ کنٹرول لائن آر پار اقدامات کے عمل میں ان کو نظرانداز کر دیا گیا ہے۔ان کی خواہش

ہے کہ وہ بھی کنٹرول لائن کی دوسری طرف آباد نوجوانوں سے روابط قائم کر کے تبادلہ خیال کریں۔اس وقت اس مقصد کے لیے ان کے پاس کوئی پلیٹ فارم موجود نہیں ہے۔اگر نوجوانوں کو فیصلہ اور اعتماد سازی (CBMs) کے عمل میں نظرانداز کر دیا گیا تو اس کے نتیجہ میں وہ پرامن جدوجہد سے ہی متنفر ہو سکتے ہیں۔اس بات کی گہرائی کو سمجھنا مشکل نہیں ہونا چاہیے کہ اگر آبادی کا ایک بڑا حصہ اس عمل سے الگ تھلگ ہو تو یہ عمل پیس پراسس کے لیے نہ صرف نقصان دہ ہوگا بلکہ منفی جذبات و احساسات کو بھی جنم دے سکتا ہے۔

نوجوان سیاسی رہنماؤں سے ناخوش جب کہ ثقافت، شناخت اور دھرتی ماں سے جڑی اقدار کے بارے میں انتہائی تذبذب کا شکار ہیں۔

نوجوان اس بات کی پرزور حمایت کرتے ہیں کہ صدیوں پر محیط قابل فخر ثقافت، روایات اور شناخت کا پھر سے احیاء ہو۔آزاد کشمیر سے تعلق رکھنے والے ممتاز دانشور اور ماہر امور کشمیر ارشاد محمود کا کہنا ہے کہ ہمیں مسئلہ کشمیر کی سیاسی جہت کو نظرانداز نہیں کرنا چاہیے اور ریاست کے دونوں حصوں کے درمیان موجود رشتوں کی مدد سے ہمیں مسئلہ کے حل کے لیے اتفاق رائے کو جنم دینا چاہیے۔

سروے کے دوران 70 فیصد نوجوانوں نے اعتماد سازی کے مخصوص اقدامات کی حمایت کی اور اس یقین کا اظہار کیا کہ ان اقدامات کے نتیجہ میں معاشی ترقی اور کاروبار کے مواقع پیدا ہوں گے۔اسی طرح نوجوانوں نے شفافیت اور احتساب کے حوالہ سے بھی اپنے جذبات و احساسات کا اظہار کیا۔فوکس گروپس کی نشستوں کے دوران راولاکوٹ اور مظفر آباد سے تعلق رکھنے والے نوجوانوں نے الزام عائد کیا کہ اشرافیہ نے کنٹرول لائن کے ذریعہ ہونے والی تجارت پر اپنی اجارہ داری قائم کر لی ہے اور پاکستان اور بھارت کے بڑے تاجر مقامی افراد کی قیمت پر خوب منافع سمیٹ رہے ہیں۔

"تجارتی اشیا کی فہرست میں ایک بھی ایسی شے موجود نہیں جو آزاد کشمیر میں پیدا ہوتی ہو۔اس سے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ تجارت دراصل بھارتی کشمیر اور اسلام آباد کے درمیان براہ راست ہو رہی ہے"۔ان خیالات کا اظہار راولاکوٹ سے تعلق رکھنے والے ایک نوجوان نے کیا۔سروے کے دوران 62 فیصد نوجوانوں کا کہنا تھا کہ پاکستان اور بھارت کو اپنے مسائل پرامن طریقہ سے حل کرنے چاہیں اور انھیں چاہیے کہ وہ تجارت کے لیے مشترکہ کرنسی پر آمادہ ہو جائیں تاکہ اس سے یہ خطہ معاشی طور پر مضبوط ہو کر استحکام حاصل کرے۔

تعلیم اور شناخت کے درمیان ربط کی خواہش

نصاب تعلیم کے ذریعہ کشمیر کی ثقافت، شناخت، تاریخ، مقامی اقدار اور روایت کے بارے میں معلومات فراہم کی جانی چاہیں۔

کسی بھی قوم یا معاشرہ کی ثقافت اور تمدن کی شناخت یا انفرادیت کے تحفظ میں نصاب تعلیم کو بے حد اہمیت حاصل ہوتی ہے۔ تینوں ڈویژن سے مجموعی طور پر 60 فیصد سے زائد نوجوانوں کا سروے کے دوران کہنا تھا کہ آزاد کشمیر کے اندر فوری طور پر ایسا نصاب تعلیم رائج کیا جانا چاہیے جو خطہ کی ثقافت، مقامی روایات، تاریخ، ورثے، قومی شناخت، جغرافیے، معیشت اور ماحول کے بارے میں آگاہی فراہم کر سکے۔ یہاں پر یہ بھی پیش نظر رہے کہ ثقافتی ہم آہنگی، مقامی اقدار اور شناخت کے تحفظ میں زبان کا کردار اہم ہوتا ہے۔

بدقسمتی سے آزاد کشمیر میں روایتی تعلیم اردو اور انگریزی زبان میں دی جاتی ہے۔ اس کے برعکس پاکستان کے تمام صوبوں پنجاب، سندھ، خیبر پختونخواہ اور بلوچستان میں مقامی زبان یعنی پنجابی، پشتو، سندھی اور بلوچی کو بطور زبان پڑھایا جاتا ہے جبکہ آزاد کشمیر کے نوجوانوں کو تعلیم اردو یا انگریزی زبان میں دی جاتی ہے جس کی وجہ سے وہ اپنے مقامی مسائل، اقدار اور ثقافت کو درست طور پر سمجھنے سے قاصر ہیں۔ سروے کے دوران تقریباً 50 فیصد نوجوانوں کا کہنا تھا کہ انگریزی کو اسکولوں اور کالجوں میں ذریعہ تعلیم بنا دیا جانا چاہیے۔ اسی طرح 65.5 فیصد سے زائد نوجوانوں نے کہا کہ کشمیری ان کی مادری زبان نہیں لیکن وہ چاہیں گے کہ اس کو آزاد کشمیر کے تعلیمی اداروں میں پڑھایا جائے۔

اس وقت آزاد کشمیر کے تعلیمی اداروں کو پنجاب ٹیکسٹ بک بورڈ نصاب فراہم کرتا ہے۔ سروے کے دوران نوجوانوں نے موجودہ نصاب تعلیم کو بھی تنقید کا نشانہ بنایا۔ 55 فیصد سے زیادہ کا کہنا تھا کہ نصاب کو امن، عدم تشدد، حب الوطنی اور تبادلہ خیال کی اقدار پر استوار ہونا چاہیے۔ راولاکوٹ سے تعلق رکھنے والے ماہر تعلیم پروفیسر ظفر حسن کا کہنا تھا کہ "اگر مختلف ثقافتی اقدار او قائدانہ صلاحیتوں کے فروغ کے بارے میں تعلیم دی جائے تو اس سے فرقہ وارانہ طور پر ہم آہنگ معاشرے کی تشکیل میں مدد ملتی ہے"۔

نوجوانوں نے اس امر پر افسوس کا اظہار کیا کہ کشمیر کی تاریخ نصاب کا حصہ ہے اور نہ ہی اسے پڑھایا جاتا ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ اسے لازمی مضمون کے طور پر متعارف کرایا جائے کیوں کہ اس کے بغیر ثقافتی شناخت کو اگلی نسلوں تک منتقل نہیں کیا جا سکتا۔ اس تحقیق کے دوران سب سے اہم نقطہ یہ ابھر کر سامنے آیا کہ نوجوانوں میں کشمیر کی تاریخ اور کشمیری شناخت کے بارے میں روایتی علم بہت محدود ہے جس سے شناخت سے جڑے مسائل بے حد پیچیدہ ہو جاتے ہیں۔

نوجوان موجودہ نصاب تعلیم کو عصری تقاضوں اور ضروریات سے ہم آہنگ نہیں سمجھتے کیوں کہ اس سے انھیں وہ فنی مہارت اور تربیت نہیں ملتی جو روزگار کے لیے درکار ہوتی ہے۔ نوجوان سمجھتے ہیں کہ نصاب تعلیم جدید اور ہائی ٹیک صنعت کی ضروریات سے ہم آہنگ ہے اور نہ ہی وہ ملکی اور بین الاقوامی سطح پر ہونے والی تعمیر و ترقی کی ضروریات سے مطابقت رکھتا ہے۔

آزاد کشمیر یونیورسٹی میں زیرِ تعلیم بزنس ایڈمنسٹریشن کے ایک طالب علم کا کہنا تھا کہ تعلیم اور صنعت کی ضروریات بالکل مختلف ہیں جس کی وجہ سے طلباء جب تعلیم مکمل کرنے کے بعد ملازمت کے لیے حصول کے لیے کوشش کرتے ہیں تو انہیں مایوسی ہوتی ہے۔

نصابِ تعلیم کی تشکیل کے دوران صنعتی تقاضوں کے علاوہ معاشرہ کے دیگر پہلوؤں اور ضروریات کو بھی مدنظر رکھا جانا چاہیے۔آزاد کشمیر جیسے معاشرہ میں امن کی تعلیم کو نصاب کا حصہ بنانا بے حد اہم ہے کیوں کہ یہ ایک تنازع سے متاثرہ خطہ ہے۔امن کے حصول اور اس کے مستقل بنیادوں پر قیام کے لیے ناگزیر ہے کہ بچوں کو ابتدائی عمر سے ہی اس بات کی تعلیم فراہم کی جائے کہ امن کیسے قائم کیا جا سکتا ہے اور کسی تنازع کو حل کرنے کے لیے کیا طریقہ کار اختیار کیا جانا چاہیے۔اس حوالہ سے آزاد کشمیر یونیورسٹی کے ایک پروفیسر کا کہنا تھا "ہمیں اپنے طلباء کو سماجی علوم میں آٹھویں جماعت سے امن کی تعلیم دینا شروع کر دینی چاہیے"۔ان کا مزید کہنا تھا کہ اس سے طلباء مسئلہ کشمیر کے بارے میں تنقیدی نظر سے سوچنے اور معاشرہ میں زیادہ مثبت کردار ادا کرنے کے قابل ہوں گے۔راولاکوٹ سے تعلق رکھنے والے انسانی حقوق کے ایک کارکن کا کہنا تھا کہ امن کی تعلیم سے ہمیں مختلف کمیونٹیز کے درمیان تعاون کے راستوں کی تشکیل میں مدد ملے گی،اس سے سماجی رابطے وجود میں آئیں گے جو مثبت اور دیرپا تبدیلی کا سبب بنیں گے۔

حوالہ جات

1.'AJK at a Glance', Planning and Development Department, Azad Government of the State of Jammu and Kashmir (2011).

2. Department of Planning and Development, AJK; Department of Health AJK, 2011; AJK at a glance 2010; Social Infrastructure of AJK 2012 retrieved from http://www.ajk.gov.pk/index.php

3۔اس طریقہ کار کے تحت سوالنامہ تقسیم کرتے ہوئے اس بات کو یقینی نہیں بنایا جاتا کہ کسی آبادی کے تمام افراد کو منتخب ہونے کے برابر کے مواقع ملیں۔اس میں پہلے سے طے شدہ خصوصیات کی بنیاد پر ایک مخصوص کوٹہ کے تحت سوالنامے تقسیم کیے جاتے ہیں

4.UNDP 1997. Governance for sustainable human development.

5.Ershad Mahmud, Status of AJK in political Milieu, Institute of Policies Studies, Islamabad Pakistan,July 2006.

6. An appraisal of constitutional financial and administrative arrangements between Government of Pakistan and Azad Jammu and Kashmir, Centre for Peace and Development Reforms, Mirpur, June 2011.

7۔1974 کے آئین کی دفعہ 21 کے مطابق وزیراعظم پاکستان یا چیف ایگزیکٹو پاکستان آزاد جموں وکشمیر کونسل کا چیئرمین ہوگا، جاری کردہ جون2011

8۔آزادکشمیر کا عبوری آئین ایکٹ1974 تھرڈ شیڈول[دیکھیے سیکشن31(2)]کونسل کی قانون سازی لسٹ۔

9۔اسلامی جمہوریہ پاکستان کا آئین1973۔

10۔'اسٹیٹ سبجیکٹ سے مراد ریاست جموں وکشمیر کے باشندے ہیں؛ تاہم مبینہ طور پر کئی پاکستانی بھی یہ سرٹیفکیٹ حاصل کر چکے ہیں جس کی بدولت وہ آزادکشمیر اسمبلی کے انتخابات میں ووٹ کا حق استعمال کر سکتے ہیں۔

11۔راقم کی نظر میں قوم پرست سے مراد کوئی بھی ایسا کشمیری ہے جو جموں وکشمیر کو ایک مکمل خود مختار ریاست کے طور پر دیکھنا چاہتا ہو جس پر پاکستان اور بھارت کا کوئی اختیار نہ ہو۔

12۔1971میں اس میں ترمیم کی گی۔

13۔منگلا ڈیم1967 میں دریائے جہلم پر آزادکشمیر کے علاقے میرپور میں تعمیر کیا گیا۔ارسا کے مطابق ڈیم میں1000 میگاواٹ بجلی پیدا کرنے کی صلاحیت موجود ہے۔آزادکشمیر کی بجلی کی اپنی ضرورت محض400میگاواٹ سے بھی کم ہے۔

www.ajk.gov.pk14

15۔ پیشہ ورانہ اور فنی اداروں میں طلباء کے داخلوں کی تعداد میں اضافہ کرنا: پاکستان کے زیر انتظام کشمیر میں اس عمل کو تیز کرنے کے لیے حکمت عملی، اقوام متحدہ کے ادارہ یونیسکو کا ڈسکشن پیپر 2

16.The Laws of Migration." Journal of the Statistical Society of London, Vol. 48, No. 2. (June, 1885), pp. 167-235.

17۔ ادارہ شماریات، اسلام آباد۔ مزید دیکھیے بشیر احمد چودھری، سربراہ شماریات، محکمہ منصوبہ بندی اور ترقی، آزاد حکومت ریاست جموں وکشمیر۔

18۔ نثار ہمدانی، راجہ محمد خورشید اور نعیم احمد عباسی۔ 'آزاد کشمیر میں تعلیم پر ایک نظر'، پینل میں شامل افراد کا مشترکہ ورکنگ پیپر۔

19۔ تعمیر نو اور بحالی حکمت عملی، شعبہ تعلیم، حکومت پاکستان، ارتھ کویک ری ہیبیلی ٹیشن اینڈ ریکنسٹرکشن اتھارٹی (ERRA)، 2006۔

20۔ بورڈ آف ریوینیو، ریلیف اینڈ ری ہیبیلی ٹیشن کمشنریٹ آزاد جموں وکشمیر

21۔ مثال کے طور پر یونیورسٹی طلباء کا تبادلہ، پی ایچ ڈی اور ایم اے سطح کے مقالے کا کنٹرول لائن کے آر پار واقع یونیورسٹیوں میں تبادلہ، تبادلہ پروگرام کے تحت طلباء کے لیے وظائف، مشترکہ علمی نگارشات کی تیاری، کنٹرول لائن کے آر پار تحقیق، یونیورسٹی کی سطح پر کھیلوں کے مقابلے، مباحثے اور مشترکہ تحقیق۔

22۔ کنٹرول لائن کے آر پار رابطوں میں اضافہ: کشمیر کے تنازعہ کی ہیئت کو بدلنے کی حکمت عملی'، ڈاکٹر شاہین اختر، جنوری 2012۔

☆ کنسلی ایشن ریسورسز کی شائع کردہ ایک رپورٹ کے مطابق 2005 سے 24 فروری 2012 کے دوران پونچھ کے راستہ سے آزاد کشمیر کے کل 6270 افراد نے وادی کشمیر کا دورہ کیا۔ اسی طرح اوڑی مظفر آباد راستہ استعمال کرنے والوں کی تعداد 4608 جبکہ اوڑی ٹیٹوال راستہ سے سفر کرنے والوں کی تعداد محض 487 رہی۔ چکاں دہ باغ کے ذریعہ اس دوران کل 3624 افراد نے بھارتی کشمیر کا دورہ کیا۔ سفر کے لیے 2674 افراد نے اوڑی کمان پوسٹ اور محض 856 نے ٹیٹوال راستہ کا انتخاب کیا۔ اس اعتبار سے دیکھا جائے تو آزاد کشمیر کے مسافروں کی تعداد (11,494) جموں وکشمیر کے مسافروں (7288) سے کہیں زیادہ رہی۔

تخففات کی فہرست

AJK	آزاد جموں وکشمیر
ADB	ایشین ڈویلپمنٹ بنک
CBMs	کانفیڈنس بلڈنگ میرز (اعتماد سازی کے اقدامات)
J&K	جموں اینڈ کشمیر
KPK	خیبر پختون خوا
LoC	لائن آف کنٹرول
MC	مسلم کانفرنس
NRSP	نیشنل رورل سپورٹ پروگرام
PPP	پبلک پرائیویٹ پارٹنر شپ
SERA	سٹیٹ ارتھ کویک ریہیبی لی ٹیشن اینڈ ریکنسٹرکشن اتھارٹی
SME	سمال اینڈ میڈیم انٹر پرائزز
SSC	سیکنڈری سکول سٹرٹیفکیٹ
TVET	ٹیکنیکل اینڈ ووکیشنل ایجوکیشن اینڈ ٹریننگ
UNCIP	یونائیٹڈ نیشنز کمیشن فار انڈیا اینڈ پاکستان
UNDP	یونائیٹڈ نیشنز ڈیویلپمنٹ پروگرام
WP	ورلڈ بنک

پاکستان اور بھارت کے درمیان کشمیر کا دیرینہ تنازعہ آزاد کشمیر کے نوجوانوں کے لیے انتہائی اہمیت کا حامل ہے۔اس گھمبیر تنازعہ کے نقصانات دونوں ممالک پاکستان، بھارت اور خاص طور پر کشمیری عوام کے لیے بتدریج نا قابل برداشت ہو چکے ہیں۔ زیر نظر رپورٹ کا مقصد تنازعہ کشمیر کی وجہ سے آزاد کشمیر کے نوجوانوں کو درپیش معاشی، سیاسی وسماجی اور تعلیمی مسائل کو اجاگر کرنا ہے۔

کنسلیشن ریسورسز

کنسلیشن ریسورسز ایک آزاد ادارہ ہے جو تنازعات کے شکار خطوں کے لوگوں کے ساتھ مل کر پرتشدد تنازعات کی روک تھام اور امن کے قیام کے لیے سرگرم ہے۔ کنسلیشن ریسورسز مقامی شراکت داروں اور تنازعات سے متاثرہ لوگوں کو مشاورت، معاونت اور عملی تعاون فراہم کرتی ہے۔مزید برآں یہ سرکاری پالیسی سازوں اور جو لوگ تنازعات کے خاتمے کے لیے کام کرتے ہیں، کے ساتھ اپنے تجربات کا تبادلہ کرتا ہے تا کہ دنیا بھر میں پالیسیز اور ان پر عمل درآمد کو بہتر بنایا جا سکے۔

یہ ادارہ بشمول کشمیر تنازعات سے متاثرہ دنیا کے سات خطوں میں سرگرم ہے۔اپنے جریدے Accord کے ذریعے مخصوص تنازعات کے مختلف پہلوؤں اور تھیمز پہ انتہائی گہرائی کے ساتھ مطالعہ کرتا ہے۔ www.c-r.org/accord

کنسلیشن ریسورسز کشمیریوں کی پاک بھارت امن عمل میں شرکت کی حوصلہ افزائی کرتا ہے۔اس تنازعے کے تمام خطوں بشمول پاکستان کے زیر انتظام آزاد کشمیر، گلگت بلتستان، بھارت کے زیر انتظام جموں وکشمیر اور تارکین وطن کے ساتھ بھی کام کرتا ہے۔

CONCILIATION RESOURCES
working together for peace

Conciliation Resources
Burghley Yard, 106 Burghley Road, London NW5 1AL
Tel: +44 (0)20 7359 7728
Fax: +44(0)20 7359 4081
Email: cr@c-r.org
http://www.c-r.org/

Centre for Peace, Development and Reforms (CPDR)

سنٹر فار پیس، ڈویلپمنٹ اینڈ ریفارمز (سی پی ڈی آر)
دفتر: 4، دوسری منزل، وی آئی پی پلازہ، آئی ایٹ مرکز، اسلام آباد، پاکستان 44000
www.cpdr.org.pk
cpdrajk@gmail.com

Waqas Ali
waqasalikausar@gmail.com